

فہرس

صفحہ نمبر	نام عنوان	نمبر شمار
۵	علمائے کرام کی رائیں	۱
۱۸	اخباروں کی رائیں	۲
۲۶	دُعا بدگاہِ خدا	۳
۴	دیباچہ (دوجہ تالیف)	۴
۲۷	آریوں کی دل آزار تحریروں کی تفصیل	۵
۳۷	آریوں میں طرز نکاح	۶
۳۸	تمسیدِ حجاب	۷
۴۳	مجمُل جواب (مفصل جواب)	۸
۴۷	حضرت خدیجہ رضی	۹
۵۳	حضرت عائشہ رضی	۱۰
۶۰	شردھانند کی اخلاقی موت (دہلی کا اشتہار)	۱۱
۷۴	حضرت زینب رضی	۱۲
۸۸	بہتان نئے رنگ میں (حضرت ریحانہ رضی)	۱۳
۹۲	حضرت صفیہ رضی	۱۴
۹۴	حضرت ام حبیبہ رضی	۱۵
۹۵	حضرت میمونہ رضی	

مقدس رسول

صلی اللہ علیہ وسلم

بجواب

رنگیلا رسول

www.KitaboSunnat.com

شَيْخُ الْإِسْلَامِ عَلَمُ الْوَقَائِدِ تَنَاءُ اللَّهِ أَمْرٌ شَرِيفٌ

مِکتبۃ الفہیم میونخ گھنجن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

رسالہ مقدس رسول پر علماء کرام کی رائیں

کتنی بے سجدہ کو خلق خدا غائب نہ کیا۔

آریہ سماجی جب کبھی جواب معقول پاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ یہ جواب صرف مجیب کی رائے ہے۔ اور علمائے اسلام اس جواب کے قائل نہیں۔ اس لیے جواب ہذا پر علمائے کرام کی تصدیقات بھی لگی گئیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

حضرات علمائے دیوبند - ضلع سہارن پور

”رنگیلا رسول“ چھاپ کر آریہ سماج نے جو تہذیب نڈیپ اور آریہ راستہ بیانی کا پیش کیا ہے وہ فی الحقیقت سماجی لٹریچر کی مشہور و معروف خصوصیات دل آزاری، سخت کلامی، دروغ بیانی اور اندھے تعصب کا ایک ایسا مکمل مرتع ہے جس میں سماج کے معلم اول (سوامی دیانند) کی اخلاقی تعلیم کے خدو خال پوری صفائی اور وضاحت سے نظر آرہے ہیں۔

ایسی گندی اور متعفن تحریر کسی آریہ کی طرف منسوب ہو تو ہمیں کچھ بھی حیرت نہیں ہاں حیرت، اگر ہے تو مسلمانوں کے غایت درجہ کے صبر و تحمل پر کہ آج اپنے پاک رسول کی جناب میں ایسے رکیک اور کمینہ جملے دیکھ کر بھی ان میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ **هٰذَا لَيْتَنِي مِثُّ قَبْلِ هَذَا وَكُنْتُ لَسِيًّا مَنِيًّا**

حق تعالیٰ نیک احمدی مولوی ابوالوفائے شاعر اللہ صاحب امرتسری کو جنہیں نے مقدس رسولؐ کو لکھ کر ایسی گندگی کا جواب بڑی پاکیزگی سے، اندھیرے کا جالے سے اور بدتمیزی کا نہایت سنجیدگی اور متانت سے دیا اور ثابت کر دیا کہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اس کی بیعت کی غرض ہی یہ تھی۔ **لَا تَقِيمُ مَكَانِي**

لے میں اس لیے رسول ہو کر آیا ہوں کہ اعلیٰ مخلوق کو مکمل کر کے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔ (معتف)

صفحہ نمبر	نام عنوان	نمبر شمار
۹۵	حضرت ماریہؓ	۱۶
۹۸	رنگیلا مصنف کا نیارنگ (قصہ تحریم ماریہؓ)	۱۷
۱۰۱	تقدیر ازواج (محمد بیویوں والا)	۱۸
۱۰۵	مہاشہ کی تاریخ دان	۱۹
۱۰۶	ہماری دریادلی	۲۰
	دیانند دیدل والا	۲۱
۱۰۷	(سوامی دیانند کی نسبت ہندوؤں کی رائے)	۲۲
۱۱۲	سوامی دیانند قاطع النسل اور مغلوب الغضب تھے	۲۳
۱۱۵	مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات	۲۴
۱۱۶	اسلامی شجر	۲۵
۱۱۷	نظم متعلقہ اسلامی شجر	

ہیں اور وہ مختصر لفظوں میں بہت سے جوابات بصراحت اور بعض باشارات دیتے ہیں۔ اس میں بھی انہوں نے زمانہ کی حدت اور واقعات کی تحقیق سے کام لیا ہے اور اکثر ملاحظہ پر الزامی جواب دے کر دفاع عن الاسلام کا فریضہ ادا کیا ہے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم اس رسالہ کو مقبول اور اسلام اور اہل اسلام کو اس سے مستفیض فرما دے۔ آمین۔

محمد اعزاز علی غفرلہ (از مدرسہ دیوبند) ۸ رصفر ۱۳۳۳ھ

علماء دارالحدیث مدرسہ رحمانیہ دہلی

انا بعد کسی آریہ نے ایک رسالہ ”نگیلا رسول“ لکھا ہے جس میں مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا، بنیال اطمینان و تشفی قلوب اہل اسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کا جواب دندان شکن نہایت زہمی اور مہذبانہ لہجے سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام ”مقدس رسول“ ہے۔ میں نے اس رسالہ کو بغور دیکھا، ہر مضمون کا جواب اس کی نہایت سچا اور منصفانہ اور ہر کلام و جملہ محققانہ اور مہذبانہ ہے، مجیب کو عقلاً اور عرفاً حق تھا کہ جواب ترکی بر ترکی اسی لہجے کے ساتھ دیتے جو رنگیلے ماشہ نے اختیار کیا ہے مگر بحکم و جاد لہجہ عربی التی ہی احسن۔ جو ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم ہے، نہایت نرمی اور تہذیب کے ساتھ دیا ہے، اور ایک لفظ بھی غیر مہذبانہ استعمال نہیں کیا ہے آفریں باد بریں ہمت مردانہ او۔

والسلام علی من اتبع الهدی و مرشد و اہدھی

دستخط علمائے کرام دہلی

مولانا ابوطاہر بہاری۔ (مولانا) احمد متوضیع اعظم گڑھ، مولانا ابوالوفان

عبدالرحمن (از مدرسہ رحمانیہ دہلی)

الاخلاق۔ اس گئی گزری حالت میں بھی دنیا کے بڑے بڑے مدعیان تہذیب سے بڑھ کر مذہب ہیں۔ سچ یہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح نے اپنے مخصوص رنگ اور مختصر جملوں میں رنگیلے ماشہ کا سارا تار و پود بکھیر دیا ہے اور اپنے فہم کی حرکت سے کذب و دروغ اور تعصب عناد کے وہ سب غلیظ پردے یکسر چاک کر دیتے ہیں جن کے نیچے رنگیلے ماشہ نے اُس مقدس رسول کی پاک زندگی کو ستور کرنا چاہا تھا۔

خدا تعالیٰ مولوی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ہم کو کام کرنے کی ہمت بخشنے۔

جزاہ اللہ عن سائر المسلمین جزاء حسنا و وفقہ و یا انا لا ما یحب یرضی

(دستخط علمائے کرام)

(مولانا) شبیر احمد عثمانی، (مولانا) سراج احمد (مولانا) حبیب الرحمن۔

(از مدرسہ دیوبند)

نوٹ :- دس نسخے قیٹا بھیج دیں۔ (حبیب الرحمن)

مولانا ترضی احسن صاحب | میں نے رسالہ ”مقدس رسول“ دیکھا۔ متعصب آریہ کے غیر مذہب اعتراضوں کا بڑی تہذیب

اور تانت سے جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آریہ سماج کو ہدایت کرے اور اہل اسلام کو استقامت عنایت فرمائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی سعی قابل ثناء ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و آلہ وصحبہ الی یوم الجزاء۔

بندہ ترضی احسن (از دیوبند)

حامداً و مصلیاً و مسلماً الابد میں

مولانا اعزاز علی صاحب | نے رسالہ ”مقدس رسول“ کو مطالعہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کے جوابات آریوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مسکت ثابت ہوتے

حضرات اہل علم کے شایان شان ہے۔ مجھے آپ کے شکر یہ کی ضرورت نہیں
صرف اس قدر عرض کرنا کافی ہے۔ جزا کے واللہ عناد عن الاسلام
خیر الجزاء والسلام مع الاکرام۔ فقط
فقیر محمد عبدالباری عفا اللہ عنہ۔ ۲ مفر ۱۹۲۲ء

مولانا حافظ ابراہیم صاحب سیالکوٹی

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ۔ ایتا بعد!
حال میں آریوں نے ایک کتاب موسومہ ”رنجیلار رسول“ شائع کی ہے۔
اس کے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و فداء ابی دآمی و عرضی و روحی
و کل شیء عندی کی ذات اقدس کی نسبت بہت نامہذب دریدہ دہنی کی ہے
اس کے جواب میں شیر اسلام سرخیل مناظرین زبان، سردار اہل حدیث جناب
مولانا المکرم مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے یہ کتاب مقدس
رسول لکھی ہے۔ جواب کی خوبی، تحریک کی شانیت اور بیان کی خوش اسلوبی کی
محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جناب مولانا صاحب کو اس کی قابلیت
خصوصیت سے عطا کی ہے۔ میں تو ان کے اس کتاب کا نام ”مقدس رسول“
رکھنے ہی پر قربان ہوں۔ خدا تعالیٰ جناب مولانا کو اس کی جزائے خیر دے
اور ان کے عمل کو قبول فرمائے، آپ کی عمر و فیض میں ترقی و برکت بخشے اور لوگوں
کو اس سے متمتع کرے۔“

(از سیالکوٹ، ۹ ستمبر ۱۹۲۲ء)

مولانا محمد مبارک حسین صاحب از میرٹھ | جو کتاب موسومہ ”رنجیلار
رسول“ کے نام سے شائع ہوئی اس کے جواب لکھنے کی طرف میں نے قلم
کو متوجہ کیا تھا۔ مگر آج (۲۱ ستمبر ۱۹۲۲ء) کی ڈاک سے شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی | میں نے رسالہ

جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اشاعت سے پہلے پڑھا۔ وہ عین حضرت
کے وقت لکھا گیا ہے اور اس میں جس قدر مضامین ہیں وہ سب مائل اور مستقیم کرنے
وائے کو مطمئن کرنے وائے ہیں۔

مولانا موصوف کی ساری زندگی خدمت اسلام میں گزری، دشمنان اسلام کے
ہر حملہ کا فوری جواب ان کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالہ بھی جن غیر مذہب سائل
کے جواب میں ہے، انہوں نے مسلمانوں کو نہایت مشتعل کر رکھا ہے۔
مجھے امید ہے کہ مسلمان اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں گے اور
میں بھی قیمت معلوم ہونے کے بعد بچپاس کاپیاں اس کی خرید کر تقسیم کر دوں گا انشاء
اللہ تعالیٰ۔

حسن نظامی

۱۹ ستمبر ۱۹۲۲ء

مولانا المکرم، السلام علیکم۔
مولانا عبد الباری صاحب لکھنوی | میں اتنا بڑھ ہی سے آپ کی تصانیف

متعلق رو آریہ کے مطالعہ سے بہرہ ور ہو رہا ہوں۔ اور اس فرقہ کے حالات کی ہمیشہ
آپ ہی کی تحریرات سے مجھے واقفیت ہوتی ہے۔ مجھے آپ کی اس تصنیف ”مقدس
رسول“ سے توقع کے موافق فائدہ ہوا، بہت باوقوع مناسب رسالہ ہے ”رنجیلار رسول“
رسالہ کا ذکر اقل اقل میں نے گاندھی صاحب کی زبان سے سنا تھا۔ وہ پنجاب کے
ہندوؤں کے رسائل و اخبارات کے زائد شاکی تھے اور ان کی رقوق کے بھی جواب
اسلام کی طرف سے تھے۔ شکایت کرتے تھے، مجھے تو یہ خیال تھا کہ جس رسالہ کو گاندھی
صاحب نے مسلمانوں کا دل آزاد تصور کیا تھا۔ اس کو مسلمان جس حد تک دل آزار
سمجھتے وہ کم ہے کہیں اس کا جواب کوئی بچڑے دل توڑی بترکی دہیں تو تعلم اسلامی
کے منافی ہے۔ بارے یہ خیال غلط نکلا اور آپ نے اس خدمت کو انجام دیا جو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صاحب کا رسالہ رسالہ پہنچا، رسالہ دیکھنے کے بعد میں نے خیال تبدیل کر دیا کہ اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ مولانا نے جس خوبی سے رسالہ تحریر کیا ہے اور آریہ کے لہریے اثر اور بے جا حملوں کی جس قابلہ طرز اور تحقیق تدقیق سے مدافعت کی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا شاء اللہ صاحب کی عزت کی زندگی میں اضافہ فرما کر اسلام کو ان سے نفع پہنچائے۔ آمین!

خادم العلماء محمد مبارک حسین محضی مدرس اول و ناظم مدرسہ دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ شہر۔ ۲ ستمبر ۱۹۲۳ء

جناب سید غلام بھیک صاحب ناظم جمعیت مرکزی تبلیغ اسلام شہر انبالہ

آریہ سماج کے کارکن اور پرچارک اسلام اہل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو زہر اگلتے رہتے ہیں اس کی تازہ مثالوں میں وہ کتاب بھی ہے جس کا نام ”ریٹیکلار رسول“ رکھا گیا ہے۔ اور جس کے مصنف کو اپنا نام ظاہر کرنے کی اخلاقی جرأت بھی نہیں ہوئی۔ مولانا ابوالوفاء شار اللہ صاحب امرتسری دشت مناظرہ کے پرانے ریتاج ہیں یہ کب ہو سکتا تھا کہ مولانا اس کتاب کا جواب نہ لکھتے۔ چنانچہ آپ نے اس کا جواب لکھا اور مقدس رسول نام رکھا۔ اس جواب میں گناہ و نقاب پوش معترض کے ہتھکنڈوں کی خوب قلعی کھولی گئی ہے اس جواب کا انداز بیان دلچسپ ہے اور چونکہ گو نام معترض کا مقصد عوام الناس کو دھوکا دینا ہے۔ اس واسطے مولانا نے بھی جوابات ایسے لکھے ہیں جو نہایت عام فہم ہیں۔ ایسے زہر کا تریاق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

زیادہ نیاز والسلام

بندہ غلام بھیک نیرنگ از بمبئی، ۸ ستمبر ۱۹۲۳ء

لہ آپ بھی جواب لکھیے بلکہ اور علماء بھی لکھیں کیا ترک اسلام کے متعدد جواب نہ ہوتے تھے (مصنف)

مولانا محمد ابوالقاسم سیف محمدی بنارس

چند دنوں پیشتر ہندو مسلم اتفاق نے وہ شجرہ باشر سپد کیا تھا کہ تعصبات و اختلافات کا نام و نشان بانی نہ رہا تھا۔ خدا جانے اس مبارک شجر میں کسی کی نظر بد لگی کہ مشاجرہ شروع ہو گیا اور بقول مامتا گاندھی ”آریہ سماج کی عادت لڑائی و تنگ نظری ہے“ آریوں کے پوجنیہ شروحات میں نے جیل سے باہر آتے ہی شدھی و سنگٹھن کے زہریلے درخت کی آبیاری شروع کی جس نے اتفاق باہمی کے مبارک زمانہ کو خواب خیال کر دیا اور اس درخت کے کڑوے پھل رسالہ ہائے ”ریٹیکلار رسول“ اور ”دچتر جرن“ وغیرہ کی شکل میں بازار میں آئے۔ خدا جزائے خیر دے مولانا شیر پنجاب کو کہ انہوں نے سب سے پہلے اس حملہ کا جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا۔ ماشاء اللہ مخالفین اسلام کے جواب میں آپ کا ملکہ جواب مسلم ہے اور پھر طرز تحریر نہایت شستہ جس میں سخت کلامی کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ کچھ اسی رسالہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ آپ کی تمامی تالیفات اسی طرح دل آزاری سے پاک ہیں۔

فجزاه اللہ خیرا۔

دعائک یا خیر الافاضل واجب علی کل ذمی فضل بدھو مظلم عاجز محمد ابوالقاسم بنارس

مولانا عبد الماجد صاحب قادی باریونی

رسالہ ”مقدس رسول“ مصنف علامہ ابوالوفاء قبل تجلیں صغیرہم تک مطبوعہ پڑھا۔ آریوں کے مہفوات پر سکوت بہتہ کیکن ان کے ترہات بلاشبہ بعض اوقات و حالات میں لائق جواب و توضیح، جس سے ان پر اتمام حجت کہ شاید کوئی سعید روح نکلے جو اپنے مزخرفات کی حقیقت جہالت معلوم کر کے حق و صداقت کے قبول کی تڑپ دکھائے۔ وَاذَلِكْ عَلٰی اللّٰهِ لَعْنٰتٌ۔ اور بعض اوقات نادان قفین و غمرائے مسلمین میں ان کے کسر عیب و تفاخر ناروا کا قلع و استیصال مقصود جس سے اس کا فتنہ مسدود ہو، بناؤ علیہ ہندوستان کے مشہور مناظر آریہ علامہ ابوالوفاء

امرتسری نے جس سلامت، متانت، تواضع، ترویج حقیقی سے رسالہ "مقدس رسول" لکھا وہ قابل ستائش و لائق امتنان ہے۔ فجزاکا اللہ خیر الجزاء
میرے خیال میں اس کو عوام اور دیہاتی آبادی کے مسلمانوں تک کثرت سے پہنچایا جائے اور اس خدمت اور اشاعت حق کو تمام تبلیغی انجمنیں انجام دیں۔
اور ثواب تبلیغ و اشاعت حاصل کریں۔

میں سمجھتا ہوں کہ علاوہ مخالف کے دفع توہمات و اعتراضات اور اس پر قوی تر الزامات و ایرادات کے یہ رسالہ ازواج مطہرات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر تاریخ بھی ہے اور تعداد ازواج کے فلسفہ جواز کا بہتر نمونہ و نمونہ بھی۔ فقط۔
والسلام

رفیقہ عبدالعاجز القادری البیادونی

جناب مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدیقہ جمعیتہ العلمیہ دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ - اقبال بعد !
خاکسار نے کتاب "مستطاب" مقدس رسول" کے چند صفحات مطالعہ کیے یہ کتاب جناب فاضل علامہ مولانا المولوی ابوالوفار محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک آریہ مہاشے کی کتاب "ریحنا رسول" کے جواب میں لکھ کر نہ صرف قومی اور اسلامی فروعیت ادا کیا ہے بلکہ مسلمانوں پر ایک تازہ احسان کیا ہے۔ مولانا ممدوح نے اس سے پہلے بھی مخالفین اسلام کی بہت سی کتابوں کتابوں کے جواب تحریر فرمائے ہیں جو ملک میں شائع اور مقبول ہو چکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے مجھے بہت مسرت ہوئی، اول اس لیے کہ جواب نہایت محقول اور مدلل طور پر لکھے گئے ہیں۔ دہم یہ طرز تحریر نہایت ہی مہذب ہے اسلامی اخلاق و اسلامی تہذیب کا پورا اظہار دکھائی گیا ہے۔ سوئم اس لیے کہ نادر اقوال کے لیے دھوکا کھانے کا موقع نہ رہا اور اللہ لا

یہدی الخائنین کا مصداق ہو گیا۔

حضرت حق جل مجدہ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی مخلصانہ سعی کو مشکور اور کتاب "مقدس رسول" کو مقبول اور مسلمانوں کو اس سے بہرہ در اور طالبین حق کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت بنائے آمین رب العالمین۔

خاکسار محمد کفایت اللہ عفریہ

مولانا عبد الشکور صاحب
مدیر رسالہ "انجم" لکھنؤ شہر پر فرماتے ہیں۔
اس حقیر نے کتاب "مقدس رسول" کو دیکھا آریوں کی طرف سے جو دل خراش کتاب "ریحنا رسول" شائع ہوئی تھی اور اس میں نہایت غیر مہذب طریقہ سے بہترین انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی پر دل آزر حملے کئے گئے تھے۔ کتاب مذکور میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے اسی کا جواب لکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اذق بائینی ہی احسن پر پورا عمل ہوا ہے۔ آریوں کی تلخ کلامی کا جواب شیریں الفاظ میں دیا ہے اور ان کے اعتراضات کے تحقیقی جوابات دینے کے ساتھ الزامان کے مذہب کی حقیقت بھی دکھلائی ہے آپ کی کثرت ازواج پر مخالف کی نکتہ چینیوں کا مقول جواب دے کر آپ کے دامن تقدس کا تمام اعتراضات سے پاک ہونا اچھی طرح دکھلایا ہے۔ ان کے جھوٹے حوالہ کتب پر بھی تنقید کی ہے اور سب سے پہلے آریوں کی شرار قول کا مدلل اور قراری ثبوت دیا ہے۔ فجزاکا اللہ خیر الجزاء۔

مولانا حافظ احمد سعید صاحب
ناظم جمعیتہ العلماء ہند دہلی لکھتے ہیں:-
میں نے کتاب "مقدس رسول" کا جس

جگہ سے مطالعہ کیا یہ کتاب "ریحنا رسول" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی خوبی محض اتنی ہی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

واقعہ تو یوں ہے کہ مولانا موصوف نے "مقدس رسول" تالیف فرما کر چودھوی صدی میں اس فرض کو پورا کیا ہے۔ جس کو عہد نبوت میں شاعر رسول اللہ سیدنا حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ برسر منبر جہاد مشرکین کے جواب میں ادا فرمایا کرتے تھے اور جس کے صلہ میں آجَبٌ وَمَعَكَ رُوحُ الْقُدْسِ کے محضر خطاب سے سرفراز فرمائے جاتے تھے۔

رسالہ مقدس رسول کا مبین طرز بیان اور مذہب پیرایہ ادا اس پر شاہد ہے کہ فریضہ حسانی کی ممانعت نے مولانا ابو الوفاء کو بھی تائید روح القدس سے ہم آغوش کر دیا اور مولانا اس گستاخ سماجی کو مسکت جواب دینے میں کامیاب ہوئے۔ فَلَهِ الْحَمْدُ عَلَى خَالِكِ كَثِيرٍ كَثِيرًا۔

مقدس رسول کا مطالعہ کرنے والوں کو بدابنہ محسوس ہو گا کہ آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں اس منصبِ مہاشے کی جناب سے جو جو گستاخیاں ویسے ادبیاں ردا رکھی گئیں، ان کے رفع کرنے اور جواب دینے میں خود سرکار رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقروض فرمودہ آئین فلاح سے سرور تجاوز نہیں کیا گیا۔

مجیب نے مقام مناظرہ میں وَجَادَ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ لِرَدِّهِمْ کو سامنے رکھا اور جواب دیتے ہوئے لَا يَجْبُرُ مَنكُم مَّشَانُ قَوْمٍ عَلَى الْآخَرِ لَوْلَا كَرَمُ رَأْيِهِمْ وَرَحْمَتُهُمْ حَقِيقَةُ رَنجِيلا رسول" جیسی ناپاک کتاب کا جواب مقدس رسول" اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے باطل پڑنے کے لیے ایک عملی بصیرت ہے۔ وَلَوْ كَا لَوْ يَصْرُونَ - فَلَيْلَهُ دَأَى مَوْلَى اصَابَ مَا بَشَاءَ فَجَادُوا وَا فَادَ وَجَا زَاهُ عَنَاهُ عَنِ الْمَسْلُومِينَ حَيْدًا جَزَاءً۔

تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ مقدس رسول" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے پاکیزہ حالات پڑھیں۔ میری خواہش ہے کہ ہر ایک مسلم گھر میں کم از

نے تصنیف کیا ہے مولانا موصوف نے مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ محتاج بیان نہیں، آپ کی ذات گرامی کے ساتھ اس کی نسبت اس امر کے لیے کافی ضمانت ہے کہ یہ کتاب رنجیلے رسول کا مکمل جواب ہے۔ آقائے کونین رسول ثقلین علیہما التحمۃ والتسليم کی مقدس زندگی پر نہایت محققانہ بحث کی ہے "رنجیلا رسول" کے مصنف کی تدلیسات و طلبیسات کا اس خوبی سے انکشاف کیا ہے کہ اس کی خیانت کو بالکل طشت از با م کر دیا ہے۔

ایک منصف مزاج اور صادق کی نظر میں تمام شکوک و شبہات کے زہر تلخ چرک کے لیے یہ کتاب تریاقِ اکبر اور اکیر اعظم ہے مجھے مسلمانوں کے مذہبی جذبے کا قوت و ترقی کے لیے اس کتاب کی اشاعت میں پورا پورا حصہ لیں گے۔ خدا تعالیٰ اس کتاب کو درجہ قبولیت عطا کرے اور مولانا موصوف کے لیے باقیات الصالحات میں ایک نثرید اضافہ فرمائے۔ ہو حبی و نعو الوکیل۔

مولانا عبدالحکیم صاحب صدیقی | نائب ناظم جمعیتہ العلماء ہند فرماتے ہیں۔ ایک مہاشہ جی نے "رنجیلا رسول" کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارو خاندانہ کی پاکیزہ زندگی پر نہایت ناپاک حملے کیے اور تاجدارِ مدینہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ جس کو کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس کتاب کی حمایت و اشاعت میں آریہ پریس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔

ضرورت تھی کہ ان بے سرو پا الزامات کا نہایت سنجیدہ جواب دیا جاتا۔ خدا کا شکر ہے جس نے اِنَّا لَوْلَا لَحْفَظُونَ کا اظہار فرمایا۔ اس حتمی ضرورت کو پورا فرمایا۔ اور اس قلم سے جو گویا اسی غرض کے لیے مخلوق ہوا ہے۔ یعنی امام المناظرین مولانا ابو الوفاء محمد شاعر اللہ امرتسری سلمہ اللہ نے اس تہذیب سوز رسالہ کا جواب مقدس رسول" تخریف فرمایا۔ ہم تمام مسلمان اس قلمی جہاد کے لیے مولانا کے شکر گزار ہیں۔

کم ایک ایک نکتہ "مقدس رسول" کا ضرور ہے۔

جس جماعت نے "ریگنلار رسول" جیسی سیار اطلاق سے گری ہوئی کتاب شائع کر کے دنیا کے سامنے دیا تندی متانت کو بے نقاب پیش کیا ہے اس کو بھی چاہئے کہ مقدس رسول کا مطالعہ کرنے تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ خدا کے جس آخری اور برحق رسول کی معصوم زندگی پر انسانیت کو نرنا دینے والے جیلے کیے گئے ہیں۔ اس رسول کے ماننے والے چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی باوجود انتہائی اشتعال کے کس طرح اپنے پاک مذہب کی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہیں۔

وَحَسْبُكَ هَذَا التَّقَاوُتُ بَيْنَنَا
وَكُلُّ دَانَا بِالدُّمَى فِيهِ يَصْحُ

جناب مولوی عبد القیوم صاحب کیل درجہ اول حیدرآباد دکن

رسالہ "مقدس رسول" پہنچا۔ اسی وقت سے میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور جب تک کہ میں نے اس کو ختم نہیں کیا کوئی کام نہیں کیا۔ ہر ہر فقرہ پر دل آپ کو دعا دیتا ہے۔ قدسی علیہ الرحمۃ کا شکر ہے۔

مغز قیامت ہر کے درست گیر و نامہ
من نیز حاضر می شوم تصویر جانال در بخل

آپ نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو تصویر معنوی و ظاہری صحیح اس رسالہ میں کھینچی ہے۔ خدا کرے کہ روز قیامت آپ کے واسطے اس شکر کا مصداق ہو جائے اور آپ کو خدائے تعالیٰ مدائح علیا عطا فرمائے۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب مبلغ انجمن باہریت سکند آباد دکن

الحمد لله الرشيد الهادي ذى المنة الكبرى على العباد
وبعد فاعلموا ذلك السفر الحلي لابي الوفاء الفاضل الحبر العلي

الناقد المتوقد العريف
متمسك بصحيح خير محمد
سناه تبينا ما مقدس رسول
مترق شردها تندك كل منق
لله جزا لى الوفاء العكاضل
ابقاه ريت الارض والسماء
تالله كمرت مثل العيون
نشئ عليك الخير يا مولانا
ونعوذ بالله من زمان
يا حامدا اذبح الله لابي الوفاء
زنده باشي كقمة دوى سال خوش

الماهر المتجر العطريف
كصنع فضلاء الزمان محمد
وهديه كتهذيب الفحول
وحرقت ما فى بابيه المعلق
يقصّل بين الحق وبين البطل
مفلاق اهل الشر والشتام
دامت لى البركات والثلوث
ولشرك المجهود يا اولنا
كمرت من فى حيا يا ذا الشان
دام لى الشاء بخير البقاء
خضر صورت سيد البهريت

جناب ہمارا چہ سرکش پر شاد زمین السلطنت حیدرآباد دکن

"مقدس رسول" کو فقیر نے بالاستیعاب دیکھا۔ آریہ سماج نے "ریگنلار رسول" چھاپ کر جو اپنی تہذیب اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ سماجی لٹریچر کی دل آزر کی سخت کلامی کی خصوصیات میں ہے۔ اس سے آریہ کے بانی مہاتما (سوامی دیانند) کی اخلاق تعلیم پر وجہ لگتا ہے۔ یہ فقیر نہیں سمجھتا کہ ان کے پیرو اپنے بانی کی بدنامی کے کیوں درپے ہیں۔

دشنام مذہب ہے کہ جائز باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

آریہ سماج کی درپردہ دہنی اور سخت کلامی پراپی اسلام نے جس صبر و سکوت سے کام لیا وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان لایستہ متکا و الأخلاق کی پوری پوری تعمیل کی ہے۔ آپ نے "ریگنلار رسول" کا جواب جس

تہذیب و متانت سے لکھا ہے وہ پیغمبر اسلام کے اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے آپ نے کذب و دروغ اور تعصب و عناد کے وہ پردے چاک کر دیئے جن کے پیچھے ریچکھے ماشہ نے مقدس رسولؐ کی پاک اور بے عیب زندگی کو پوشیدہ کرنا چاہا تھا آپ نے واقعات کی تحقیق میں اپنی جس وسیع معلومات سے کام لیا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ آپ ہی کا کام تھا۔ آپ نے اسلام کا وہ فرض ادا کیا ہے جس کی اشد ضرورت تھی۔ بلکہ مسلمانوں پر احسان کیا ہے، جو اب کی خوبی، تحریر کی متانت اور بیان کی خوش اسلوبی بیان سے بالا ہے۔ آری یہ صاحبوں کے بے جا عملوں کا جس قابلیت سے جواب دیا ہے وہ قابل اطمینان و لائق امتنان ہے۔ فیضانِ اللہ خیر الجزاء۔ حق تعالیٰ آپ کی اس اسلامی سعی کو مشکور اور کتاب مقدس رسولؐ کو مقبول اور اہل اسلام کو اس سے بہرہ ور کرے اور آپ کی عزت و زندگی میں اضافہ کرے۔ آمین!

معزز اسلامی اخباروں کی رائیں مقدس رسولؐ پر

معزز روزانہ "زمیندار" لاہور | ابراہیم خان مولانا شاعر اللہ صاحب امرتسری کو غیر مسلموں کے مذہبی اعتراضات کے دندان شکن اور قاطع جواب دینے میں جو خاص شہرت حاصل ہے وہ محتاج تصریح نہیں بلا خوف تردید یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا نے حمد حق نے اس وقت تک عیسائیوں، آریوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کے مقابلہ میں دینِ قیم کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی سپاس گزاری کے گلاب بہا فرض سے بندہ مستحکم کے مسلمان کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ قارئین کرام کو معلوم ہو گا کہ پچھلے دنوں ایک آریہ

ماشہ نے "ریچکلا رسول" کے نام سے ایک سخت دل آزر کتاب شائع کی تھی جس میں اس کائنات کے بزرگ ترین انسان یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات پر نہایت رکیک کینے اور نامذہب اعتراضات کی گنتی تھی مولانا ثناء اللہ صاحب نے "مقدس رسول" میں اس کتاب کا نہایت متین، معقول، محققاً اور قاطع جواب دیا ہے اور سب سے نمایاں اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ زیر جواب کتاب کے انداز تحریر کی شدید دل آزاری کے باوجود مولانا ممدوح نے جہادِ لہو و لہجہ ہی احسن کے رشتہ ملکوتیت ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور علمائے کرام و دیوبند کے قول کے مطابق "گندگی کا پاکیزگی سے، اندھیرے کا اجالے سے اور بدترین کی کاسنجیدگی اور متانت" سے جواب دیا ہے۔ "مقدس رسول" صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن اس جمال و اختصار کے باوجود ہر اعتراض کی نہایت عمدہ انداز اور دل آویز طریقے سے تردید کی گئی ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ اس کتاب کی مسلمانوں میں زیادہ اشاعت ہو تاکہ وہ سماجوں اور دوسرے مخالف فرقوں کے لغو، بے ہودہ اور غیر معقول اعتراضات کی بے حقیقی سے پورے طور پر واقف ہو جائیں کتاب کی کھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ۔ (۲۲ جنوری ۱۹۲۵ء)

آریہ سماج کے ایک محبوب اور رپوش
معزز روزانہ "زمیندار" لاہور | مناظر نے کتاب "ریچکلا رسول" شائع کر کے جس رنگ میں مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا تھا اس کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں۔ جن کو بد قسمتی سے اس کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس کے جواب میں فاضل اجل رئیس المناظرین، فخر المتکلمین مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب مدیر "المجدیث" نے مندرجہ بالا کتاب تحریر فرمائی ہے۔ مولانا کے لیے یہ عجیب مواد کی بات ہے کہ اگر سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج نے اپنی تیار کردہ پرکاش میں بقول شریکان لالہ لاجپت، رائے سستی سنائی باتوں پر بھروسہ کر کے اسلام پر ایک صدمہ اعتراضات کیے تو اس کا جواب سب سے

پہلے مولانا ممدوح ہی نے تحریر فرمایا۔ اس کے بعد سابق دھرمیال حال پھردی غازی محمود صاحب بنی، اے نے اگر ترک اسلام، منحل اسلام، تہذیب اسلام وغیرہ کتابیں لکھیں تو ان کے جواب میں بھی سب سے پہلے مولانا ہی نے اشہب قلم کی جولانی دکھائی اس لیے قدرتی بات تھی کہ ”ریجنیلا رسول“ کا جواب بھی سب سے اول آپ ہی تصنیف فرماتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جیسی کہ توقع تھی۔ آپ نے جواب لکھا کتاب کی عمرگی کی نسبت اتنا ہی کہہ دینا کافی ہوگا کہ اس کے مصنف مولانا ثنا اللہ صاحب ہیں۔ ہندستان کے نامور علماء نے اس کا جواب کتاب پر سنایت اچھی تقریظاں تحریر فرمائی ہیں۔ علماء و فضلاء جس رسالہ نافعہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہوں۔ اس کے متعلق ہمارا کچھ تحریر کرنا غالباً گستاخی پر محمول ہوگا۔ ہم ہر اسلامی انجن سے پروردگار سفارش کرتے ہیں کہ اس مفید کتاب کی حسب توفیق کاپیاں خرید کر تبلیغی حلقوں میں تقسیم کرے۔ علاوہ انہی ہر خواندہ مسلمان کو چاہیے کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرے۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء

معزز سلطان الاخبار بمبئی ثنا اللہ صاحب مدیر اخبار المہدیث امرتسر

میں یہ کتاب آریوں کی کتاب ”ریجنیلا رسول“ (جس میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمے استعمال کیے گئے ہیں اس) کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ واقعی مصنف موصوف نے ”ریجنیلا رسول“ کا جواب سنایت پاکیزگی کے ساتھ دیا ہے۔

۲۸ صفر ۱۳۴۲ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۳ء

معزز مسلم راہچہوت امرتسر ”ریجنیلا رسول“ اور ”چتر جیون“ آریہ سماج کی تہذیب و اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں۔

ان میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر سنایت ناپاک اور نادا جب اور نحو حملے کیے گئے ہیں۔ مولانا البر الوفا ثنا اللہ صاحب نے ان دونوں کتابوں کا جواب ”مقدس رسول“ میں دیا ہے جو حال میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کو آریوں کے لٹریچر پر کمال عبور ہے۔ اور ریجنیلا رسول کے جواب انہوں نے دندان شکن واقعات و دلائل سے دیا ہے۔ ہمارے علم میں یہ جواب ہے، جو علمائے ہند کی طرف سے ”ریجنیلا رسول“ کے مؤلف کی ثقافت قلبی کا دیا گیا ہے، اور سنایت مہذب پیرایہ میں دیا گیا ہے۔ کتاب کا حجم ۸۰ صفحہ علاوہ سرورق، لکھائی، چھپائی کا غلط دیدہ زیب (یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء)

معزز عالمگیر امرتسر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کی نسبت

”ریجنیلا رسول“ (اردو، اور ”چتر جیون“ (انگری) کے مصنف نے جس بد اخلاقی اور یا وہ گوئی کا ثبوت دیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کے دلوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔ رحمتہ للعالمین کی ذات پر اس قسم کے بے ہودہ الزامات مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لیے لگائے ہیں۔ ورنہ رسول مقبول کے اخلاق حسنہ کی ایک دنیا تامل سے دوست تو دوست دشمنوں تک معترف ہیں کہ آپ کی ذات ستورہ صفات جمع مکارم و محاسن تھی اور آپ کے وجود باوجود سے دنیا کی تہذیب تمدن نے بے حد فخر و محاسن حاصل کیے۔ لیکن پنڈت کالی چرن نے آپ کی شان میں جو گستاخانہ رو بہ اختیار کیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ امرتسر کے مشہور مناظر مولانا ثنا اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث نے ہر دو کتب متذکرہ کے جواب میں ”مقدس رسول“ نامی ایک رسالہ شائع فرمایا ہے جس میں ان تمام اہتمامات کا جواب دیا گیا ہے جو پنڈت کالی چرن وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے ہیں۔ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ مولانا موصوف نے پنڈت کالی چرن کی طرح کہیں بھی تہذیب و اخلاق کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ بلکہ ہر پہلو پر دلائل و حقائق کی روشنی میں بحث کی ہے۔ اس رسالہ

لے بلکہ کسی اور نے نہیں دیا مصنف

مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جس کا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو اور جواب بھی بے حد سکت اور دندان شکن جس قدر ریگنیکلار رسول اشتعال انجیز، فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے اسی قدر مقدس رسول، انتہائی تحمل، متانت اور شائستگی کو لیے ہوتے ہے۔ ہم مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی اسی رائے سے متفق ہیں۔ کھ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالہ کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔ رسالہ معمولی خوبوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں۔

(۱۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

”مقدس رسول“ کا بول بالا وہ جس نے دنیا کی تاریخ معزز ”المسلم“ بنگلور، مشائی، وہ جس نے نبی آدم کو ابدی عذاب سے نجات دلائی۔

”مقدس رسول“ عالی جناب فضیلت و حکومت انتساب، مولوی فاضل سردار اہل حدیث، علامہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر اخبار اہل حدیث، کی جدید تصنیف ہے۔ یہ کتاب آریہ سماجیوں کے پلید رسالہ ”ریگنیکلار رسول“ کے جواب میں لکھی گئی ہے جس کے مصنف نے نہ صرف اپنے نام پر پردہ ڈالنے کی شرمناک جرات کی ہے بلکہ حضور انور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحی فہلہ) کے تعدد ازواج پر اٹکل پچوا اعتراضات کہتے ہوئے دل آزاری، بددیانتی اور بدزبانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔

حضرت مولانا نے جس متانت، لہیت اور سنجیدگی سے ”ریگنیکلار رسول“ کے پردہ اکاذیب و اباطیل کو جس کے نیچے اس کے مصنف نے پیغیر اسلام کی پاک اور آئینے کی مانند چکنے والی زندگی کو چھپانا چاہا تھا۔ تار تار کیا ہے۔ وہ اسلامی لٹریچر کی خصوصیات نرم کلامی کا بدیہی نمونہ ہے۔ اس کے دیکھنے سے یقیناً آریہ

کی اشاعت سے مولانا نے جہاں اعتراضات کے پر نچے اڑائے ہیں۔ جو نہایت کالی چرن وغیرہ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے ہیں وہاں آریہ تہذیب اور اسلامی تہذیب کا عملی مقابلہ کر کے دکھایا ہے اور بے ہودہ لوگوں کا جواب متانت و سنجیدگی سے دے کر آریہ سماج کے سامنے ایک قابل اتبع نمونہ پیش کر دیا ہے۔ بہر حال یہ رسالہ محققین کے لیے ایک نہایت مفید تحفہ ہے جو اپنی باطنی خوبوں کے ساتھ ظاہری حسن سے بھی مالا مال ہے۔

(۱۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

”مقدس رسول“ اس نام کا ایک رسالہ معزز روزانہ ”کھیل“ امرتسر (مولوی فاضل) حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری نے آریہ سماجیوں کے رسالہ ”ریگنیکلار رسول“ کے جواب میں تصنیف فرمایا ہے۔ آپ کو فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ مخالفین اسلام کا کوئی ایسا حملہ نہیں جس کا جواب مولانا ممدوح کی جانب سے نہ دیا گیا ہو اور جواب بھی بے حد سکت اور دندان شکن جس قدر ریگنیکلار رسول، اشتعال انجیز، فحش اور دائرہ تہذیب سے خارج ہے۔ اسی قدر مقدس رسول، انتہائی تحمل، متانت اور شائستگی کو لیے ہوتے ہے۔ ہم مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کی رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس رسالے کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں رسالہ معمولی خوبوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی کاغذ لکھائی اور چھپائی کے لحاظ سے بھی کچھ کم قابل تحسین نہیں۔

(۲ ستمبر ۱۹۲۳ء)

”مقدس رسول“ مصنفہ مولوی فاضل حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسر پر بالفاظ ذیل ہم عصر ”کھیل“ نے جو تبصرہ کیا ہے اس سے ”وطن“ کو بھی پورا اتفاق ہے۔ یہ رسالہ آریہ سماجیوں کے رسالہ ”ریگنیکلار رسول“ کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے۔ آپ کو فن

ہاں وہی ”رنگیلا رسول“ جس کے خلاف مسلمان اخبارات نے اس قدر شور مچایا ہے کہ آخر کار گورنمنٹ کو اس کے پبلشر کے خلاف مقدمہ دائر کرنا پڑا۔ ہم مولوی صاحب کی اس تصنیف کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں یہ بے مذہبی میدان میں جوہر طبیعت دکھانے کا اصلی ڈھنگ۔ یہ ہے اسلام کو دیگر مذاہب کے خلاف سچا ثابت کرنے کا طریقہ۔

(۶ اسوج، ۲۰ ستمبر ۱۹۲۲ء)



سماجوں کی آنکھوں کو تارے دکھائی دیں گے۔ اور زمین پاؤں کے نیچے سے سرک جائے گی۔ اور پھر وہ کبھی بھی اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں زہرا گل کراپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔

اس کتاب میں ام المومنین حضرت زینبؓ کے نکاح کے متعلق تنگ نظر و کوتاہ فہم جماعتوں میں ساہا سال سے جو بے اصل اور بے بنیاد کہانیاں چلی آتی ہیں ان کی لغویت اس طرز سے ثابت کی گئی ہے۔ جس سے بڑھ کر تحقیق و تدقیق کی مثال نہیں مل سکتی، جمال کہیں حضرت زینبؓ کے نکاح کا ذکر آیا ہے وہاں بڑی بڑی متبر کتب تواریخ کے حوالے سے دشمنان اسلام کے ہتھکنڈوں کی اچھی طرح قلعی کھولی گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ کسی مخالفت کو ایسے پوچھ اور لچر اعتراضات کرنے کی جرأت نہ پڑے گی کیونکہ یہ ام المومنین کے سوانح کی ایک بے مثال تاریخ ہے اور دشمنان اسلام کے بے جا حملوں کی تحقیق و تدقیق سے بھری ہوئی مدافعت۔

اس کتاب کے شروع میں بہ فرقد کے علماء کرام کی تقریباتیں درج ہیں۔ تمام کے تمام اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے کل مسلمان اکیا سو دیکھا عورت کیا جو ان کیا بوڑھے اس کو نعمت غیر مترقبہ جان کر خسریں اور پڑھیں۔ اور ہم مصروف طرت حضرت خواجہ نظامی دہلوی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ مستطیع مسلمانوں کو اس کتاب کی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرنی چاہئیں۔ یہ کتاب ممنوعی تحریروں کے علاوہ ظاہر محاسن سے بھی آراستہ ہے یعنی لکھائی چھپائی دیدہ زیب کاغذ اعلیٰ۔

(۲۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

حاشیہ ادیبہ دھرم پربکاش لاکھو
”مقدس رسول“ ایک کتاب کا نام ہے جو امرتسر کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ”رنگیلا رسول“ کے جواب میں لکھی ہے۔

تَخَشَّدُكَ وَنُصِّلِي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ط

دُعَا بَدْر گَاهِ خُدا

اے خدا! اے آسمان وزمین کے مالک! اے خالقِ ارض و سما! اے ذوالانعام قدوسِ خدا! اے سچوں کے حامی اور ناصرِ غیورِ خدا! تیرے قابلِ عزتِ مقدس رسول کی توہین اور سخت ہتک ہو رہی ہے تو اپنی رحمت سے پرہ پوشی کر رہا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آخر کار تو اپنے پیاروں کی مدد اور عزت ظاہر کرے گا جیسی کہ تو ہمیشہ کرتا آیا ہے اور جیسا تیرا وعدہ ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ اے قادر تو انا خدا! ہمارا ایمان ہے کہ اصل مدد اور نصرت وہی ہے جو تو کرے گا۔ ہم ناتواں ضعیف البنیان ہیں۔ تو جانتا ہے کہ ہم کمزوروں سے یہی ہو سکتا ہے کہ تم قلم اٹھا کر (وہ بھی تیری ہی مدد سے) جواب لکھیں (وہ بھی تیرے سمجھانے سے) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ۔ پس ہماری دعائے کہ اس مقدس کام میں ہماری مدد کر اور اس حقیر کی خدمت کو قبول فرما اور اپنی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچا کر گمراہی سے بچا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط
دامی خادمِ دینِ اللہ :-

ابوالوفاء ثناء اللہ، امرتسر

محرم ۱۳۴۳ھ اگست ۱۹۲۲ء

دیباچہ پہلے مجھے دیکھتے

آریوں کی دل آزار تحریروں و تقریریں کہ لوگ حیران ہیں۔ کہ یہ لوگ مذہبی گفتگو میں کیوں اس قدر تیز مزاجی اور سخت کلامی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح باپ کا اثر بچے کی جسمانی حالت پر ہوتا ہے۔ اسی طرح استاد، گرو اور پیر کا اثر اخلاق اور روحانیت پر ہوتا ہے۔ سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش وغیرہ میں جو روش اختیار کی ہے۔ اس کے تین نمونے ہم بتاتے ہیں۔ ناظرین خصوصاً غیر جانبدار ناظرین غور سے پڑھیں۔

قرآن مجید کی تردید میں سوامی جی نے اپنی کتاب ستیارتھ میں ایک باب خاص لکھا ہے جس میں بِسْمِ اللّٰهِ سے لے کر وَالنَّاسِ تَمَّ اعْتَرَضَ کرتے گئے ہیں۔ ان اعتراضوں کے ضمن میں حضور سید الانبیاء علیہ السلام بلکہ خود خدا کا خاص الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

(۱) واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شجہہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔

(۲) واہ جی محمد صاحب! آپ نے تو گوکھیلے گوسائیلوں کی ہنسی کر لی۔

(۳) ثابت ہوتا ہے کہ محمد صاحب بڑے شہوت پرست تھے۔

(امعاذ اللہ) ستیارتھ پرکاش باب ۱۲ نمبر ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴

سوامی جی کی سخت کلامی مسلمہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کے سوانح نویس جنرل

کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ ان کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لکھا ہے :-

ایک روز اثناء دکھیاں دتقریر میں شری سوامی (دیانند جی

مہاراج پورالوں کی اسمبلی نامکن، باتوں کا کھنڈن (رد) کرتے کرتے

ان کی اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے۔ اس وقت پادری سکات مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع اور مسٹر ایڈورڈسن صاحب کمنشنر قسمت مع بندہ میں انگریز صاحبان رونق افروز تھے۔ سوامی جی نے پورا ملکوں کی بیچ کوناریاں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک وصف بیان کرنا شروع کیے۔ اور پورا ملکوں (ہندوؤں کی عقل پرافسوس کیا کہ درویدی کو پانچ خصم کرا کے آسمانی فرار دینا اور طرح کنٹی تارہ مندوری وغیرہ کو کماری کہنا پورا ملکوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے۔ سوامی جی کا طرز بیان البتہ مذاق تھا کہ سامعین کھٹکنے کا نام نہیں جانتے تھے۔ اس پر صاحب کلکٹر اور صاحب کمنشنر وغیرہ انگریز بہتے اور خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ لیکن اس مصنف کو شرم کر کے سوامی جی کو مارج بوسے پورا ملکوں کی توہینا لیا۔

اب کراچیوں کی لیلیا سنو یہ ایسے بھر شٹ (ناپاک) ہیں کہ کماری کے بیٹا پیدا ہونا تلاتے ہیں۔ اور پھر دوش (گناہ) سو گیا شدہ سو روپے پر ماتا بے عیب، خدا پر گاتے ہیں اور گھور پاپ کرتے ہوئے تک بھی لبت نہیں ہوتے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمنشنر کے پیرے مارے غصہ کے سُرخ ہو گئے۔ لیکن سوامی جی نے کھیاں اسی زور و شور سے جاری رکھا۔ اس روز عیسائی مت کا دیا کھیاں کے خاتمے تک کھنڈن کرتے رہے دو سکر روز صبح کو ہی خزا بجی کلکٹری نارائن کی صاحب کمنشنر بہادری کو ٹھی بڑھی ہوئی۔ صاحب بہادرنے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام لیا کریں ہم عیسائی لوگ تو مذہب ہیں ہم تو بہت باتہ میں سختی سے نہیں کھینچتے لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برا فرزند ہوتے تو تمہارے سوامی پنڈت کے دیا کھیاں بند ہو جائیں گے۔

(سوانح عمری کلاں دیباچہ صفحہ ۱۰)

اس لیے آریہ سماجی آجکل جو کچھ تیز کلامی کرتے ہیں وہ سوامی کی زہریلی تعلیم کے اثر سے کرتے ہیں۔ کیوں؟

ما سریدیاں رُو لبوئے صلح چوں آریہ چوں
رُو لبوئے قفتہ و پیکار دار د پیر ما

سوامی جی کی تیز مزاجی اور تلخ کلامی کی کڑواہٹ ہم مسلمانوں ہی کو محسوس نہیں بلکہ ہندوستان کے مقبولہ لیڈر صوفی مشرب مرچ و مرنبال کے نمونہ صامت گاندھی نے بھی سوامی دیا نند کی کتاب دستیار تھ پر کاش کی نسبت لکھا ہے سوامی دیا نند نے اسلام اور دیگر مذاہب کی غلط تصویر دکھائی ہے ان کی کتاب دستیار تھ پر کاش بڑی مالوس کن ہے۔

(ینگ انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۲۳ء ترجمہ ماخوذ از آریہ اخبار پرتاپ لاہور ۲۰ جون ۱۹۲۳ء)
سوامی جی دیا نند کے علاوہ گاندھی جی نے موجودہ آریوں کی نسبت بھی اظہار رائے فرمایا کہ:-

”آریہ سماجی تنگ نظری اور لڑائی کی عادت کی وجہ سے یا تو دیگر مذاہب کے لوگوں کو لڑتے رہتے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔“ (پرتاپ ۲ جون ۱۹۲۳ء)

بس پھر کیا تھا جو دعویٰ گاندھی جی نے نہائی کیا تھا۔ آریوں نے اس کی دلیل بیان کر دی۔ یعنی سماج کی چاروں طرف سے صامت گاندھی پر آوازے کسے گئے۔ ویدک دھرم سے جاہل مسلمانوں کو خوشامدی وغیرہ کہا گیا۔ اس کے بعد ہندوستان کے ایک سربراہ آدرہ نیم سرکاری انگریزی اخبار پانچ میں ایک نوٹ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے:-

مسٹر گاندھی اور آریہ سماج کے باہمی اختلاف کا سوال دیتے ہوئے ٹائٹلز آف انڈیا رتھرا ہے کہ مسٹر گاندھی نے یہ ایک عام سچی بات کہی ہے۔ کہ آریہ سماجی اس قومی مخالفت کے جواب ملک میں پھیل

خدا نے آریوں میں ایک معتبر گواہ پیدا کر دیا جس نے مساتما گاندھی جی کی یعنی پنجاب کے بہت بڑے لیڈر لالہ لاجپت رائے جی نے سونر لینڈ دیورپ سے ایک مضمون اپنے اخبار ہند سے ماترم لاہور میں شائع کرایا جس کا اقتباس یہ ہے :-

"میں ۱۹۲۱ء کے نومبر میں آریہ سماج کا ممبر بنا اور ۱۹۲۲ء میں میں نے اپنا تعلق ایک گونہ علیحدہ کر لیا، میں اپنے ۳۸ سال کے اندر اپنی تجربے سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مساتما گاندھی نے آریہ سماجیوں پر جو نکتہ چینی کی ہے وہ ان کی محبت پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں بہت کچھ سچائی ہے آریہ سماجیوں پر واجب ہے کہ بجائے خشکی کے رز دیویشن پاس کرنے کے شاکتی اور عطرے دل سے اس پر غور کریں۔"

(ماخوذ از ریکارڈ لاہور، اگست ۱۹۲۲ء)

گاندھی جی نے غضب پر غضب یہ کیا کہ یہ بھی لکھ دیا کہ :-
اسلام چھوٹا نہیں ہے۔ ہندوؤں کو چھگتی کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر وہ اس کے ساتھ محبت کریں گے۔ جس طرح میں کرتا ہوں۔

(ترجمہ گیک انڈیا اور پرنٹ ۲ جون ۱۹۲۲ء)

بس پھر کیا تھا آریوں نے گاندھی جی سے فرصت پا کر اسلام اور پیغمبر اسلام پر حملے شروع کر دیئے۔ ان حملوں میں سے ایک حملہ کتاب کی صورت میں یہ ہے جس کا نام "ریگنڈا رسول" ہے۔ اس کتاب میں حضرت سید الانبیاء علیہ السلام کے خانگی حالات ایسے بڑے بچے اور بہترین دل آزاری سے لکھے ہیں کہ ملک میں دھوم مچ گئی۔ یہاں تک کہ مساتما گاندھی جیسے نرم مزاج اور حلیم سلیم بزرگ نے بھی اس کتاب پر اظہارِ نفرت فرمایا۔ گورنمنٹ نے اس کتاب کو قابلِ اعتراض جانا۔ مگر چونکہ بڑوں نے اس پر اپنا نام درج نہیں کیا تھا اس لیے گورنمنٹ اس کتاب کے شائع کرنے والے پر مقدمہ چلایا۔ گورنمنٹ

رہی ہے۔ بڑی حد تک ذمہ دار ہیں اور اس نے دو ایک سماجیوں کے نام بھی لیے ہیں جنہوں نے اس تحریک میں لاہنائی کی ہے۔ ہر ایک شخص یہ جانتا ہے کہ مساتما گاندھی نے اپنے اظہار میں اہلی معاملہ سے زاید نہیں کہا۔ جھگڑے کی بنا تحریک شدھی سے شروع ہوتی ہے جو سماجیوں نے یو پی، اگرہ وغیرہ میں ایک سال کا عرصہ بھرا جاری کی تھی اور قریباً سب جھگڑوں میں جو دونوں قوموں کے درمیان ہوئے، سماجیوں کے کارناموں کی کھوج ملتی ہے۔ یعنی سماجی مثلاً سوامی دھاتد کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہیں کرتے بلکہ صرف ہندوؤں کی حالت کو مضبوط کرتے ہیں تاکہ ہندو اور مسلمان دونوں برابر کی حالت میں بے خوف رہیں۔ دوسروں نے علانیہ مسلمانوں کے خلاف تقریریں کیں۔ چاہے سماجی رہنماؤں کا مقصد مسلمانوں کو ڈلانا یا ان کو محبت سے مطیع کرنا ہو یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ ان کی اس جھڑجھڑ سے مسلمان سخت برا بیختر ہوئے اور اس بات سے سماجی بھی مطلع ہیں مساتما گاندھی کے بیان نے نکتہ چینیوں کا ایک طوفان برپا کر دیا ہے۔ تمام ہندوستان میں سماجی مساتما گاندھی کے خلاف بڑے زور سے احتجاج کر رہے ہیں۔ مگر ان کا یہ احتجاج بے ریا اور خالص نہیں معلوم ہوا کیونکہ سماجی اور دیگر ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ ان کا یہ تبلیغی کام مسلم حلقوں میں کس طرح دیکھا جاتا ہے؟

(پائیر الہ آباد، مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۲ء)

جب اس پر بھی سماجیوں کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا تو حکیم الہی

شہد شہادۃتہ من اہلہما

لہ جو بے بھیدی نے گواہی دی۔

کا جو فرض تھا۔ اس نے ادا کیا۔ اصل مضمون کا جواب دینا حکومت کا کام نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کا ہے۔ اس لیے جس طرح گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ہم بھی اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں۔ یعنی جواب دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم لگ کر تکین ہو اور ملک میں چین و راحت پیدا ہو۔

تخصیب اور بے جا حمایت | باوجودیکہ کتاب مذکور اعلیٰ درجہ کی نامتوا مدح سرائی میں اپنا سالا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ آریہ سماج کی حمایت کا واحد ٹھیکہ دار اخبار پر ناپ لاہور لکھتا ہے۔

”زنجیلا رسول“ پر فضول چیخ و پکار | معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان دوست مانتا گاندھی کو آریہ سماج کے خلاف کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک نہایت بے ضرر کتاب ”زنجیلا رسول“ کے خلاف کہ جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب کی زندگی پر سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ مانتا گاندھی سے اعلان نکلوا یا ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اس کتاب (زنجیلا رسول) کا طرز تحریر ایسا شریفانہ اور معقول ہے کہ کسی بے تعصب شخص کو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(پر تاپ ۲۶ جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۲)

اسلامی اخباروں نے رسالہ مذکور پر جب اظہارِ نفرت کیا تو اسی آریہ سماج اخبار نے اس قسم کے تلخ رسالے لکھنے کی وجہ استحقاق بتائی کہ: ”اگر بڈھ، عیسیٰ، نانک اور دیانند پر نکتہ چینی کی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس سے بالاتر ہو۔ کوئی بھی ہندو یا آریہ حضرت کے متعلق کسی قسم کی بے ادبی اپنے ذہن میں نہیں لاسکتا ہاں وہ اس اصول کے لیے لڑیں گے کہ حضرت کی زندگی نکتہ چینی سے بالاتر نہیں مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ جب کبھی غیر مسلم اس مضمون

پر قلم اٹھائے تو وہ آپسے سے باہر ہو کر اسے کچلنے کی کوشش کریں۔“

(پر تاپ ۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء صفحہ ۲ کالم ۲)

غالباً اسی اصول سے دیہا چیلوں نے لاہور سے دیانند جی کے حالات کی پوری تنقید کرنے کو چند ٹریکیٹ (آریہ سماج کے بانی دیانند کی زندگی وغیرہ مصنفہ امرنگھو مطبوعہ آتور ۱۹۱۶ء وغیرہ) شائع کئے تھے جس کا جواب آریوں سے نہ ہو سکا۔ یا ہم نے نہیں دیکھا، ہمارا حق تھا کہ اسی اصول کے ماتحت ہم ان میں سے نمونہ دکھاتے۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ اسی رسول کی تعلیم کی پابندی میں جس نے ہمیں ضرعوں و دشمن کو تبلیغ کرتے ہوئے حکم دیا ہے۔

قَوْلًا قَوْلًا لَيْتًا

تبلیغ دین میں سخت ترین دشمن کے سامنے بھی نرم کلام کیا کر وہ گفتگو آئین درویشی نہ بود ورنہ باتو باجرہ ہا ہا شتیم اب ہم رنگیلے مصنف کا رویہ بتانے کو ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے اس کے حمایتیوں کو معلوم ہو سکے کہ مصنف مذکور نے حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات پر صرف نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نکتہ آفرینی سے بھی کام لیا ہے جس سے آریہ مصنف اور اس کے حمایتیوں کی تہذیب اور انصاف کا حال معلوم ہو سکے گا۔ ہمارا جی حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی بابت لکھتے ہیں۔

”محمدؐ بچنے میں یتیم ہو گئے تھے بہت مدت تک ماں کی ماتا

کا سکھ نہ دیکھا تھا۔ اس سن رسیدہ عورت (خدیجہ) سے بیاہ کر لینے سے

دونوں مرادیں (مال اور بیوی کی) حاصل ہوئیں۔“ صفحہ ۱۱

ناظرین! ان حدیثوں کی تہذیب کا اندازہ لگائیں کہ کن کن دل شکن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ایک معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں بتاتا ہے۔ یہ ہے آئین تہذیب کا نمونہ اور یہ ہے ان کی حمایت حق کی مثال جس پر ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔

پس برادران اسلام! آپ لوگوں کو جو ایسی سخت کلامی سے رنج ہوتا ہے تو اس رنج میں اس خدائی حکم کو اپنا نصب العین بنا لیا کرو۔ اور سخت کلامی کرنے والوں کو خدائے ذوالانتقام کے حوالہ کر دیا کرو۔ سچ تو یہ ہے ۵
در عرفولذیست کہ در اتقاسم نیست

آریہ مصنف کا طرز کلام | جب سماجی دیانند نے آریوں کو درشت کلامی اور دل آزاری کی گھٹی دی ہے۔ آریہ

سماجی اس رنگ میں رنگے گئے ہیں۔ خاص کر ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والا شان میں ان کی یہ حالت ہے کہ صرف مفرد کے صیغے سے یاد کرتے ہیں، مثلاً محمد آیا، محمد آگیا، محمد بولا وغیرہ۔ حالانکہ کسی ادنیٰ راہبہ نواب بلکہ کسی سماج کے پردہ بان کا ذکر بھی عزت سے کرتے ہیں۔ لیکن کر دہا بلکہ شرم سے آج تک اربہا انسانوں کے معزز ترین عزیز از جان مذہبی پیشوا کا نام ایسے الفاظ سے لیتے ہیں کہ سنا نہیں جاتا۔ اس کے جواب میں اگر ہم بھی ان کے گرد گھومنے دیانند کے مفرد لفظ سے یاد کرتے تو ہم پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن ہم نے نہ کبھی پہلے ایسا کیا ہے اور نہ اس جواب میں کریں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہم جس رسول سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے خفا ہیں اسی کی تعلیم ہے کہ۔

اَسْرَلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ | ہر انسان سے اس کی عزت کے لائق ہر تازو کیا کرو۔ (المحدیث)

یعنی جو کسی قوم کا بڑا ہے۔ اس کے ساتھ بڑوں کا سلوک کیا کرو۔ آریہ سماجی اگر اس اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ ہم کیوں اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔

نہ پنچا ہے نہ پنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو بہت سے ہو چکے ہیں اگرچہ تم سے فتنہ گر پچے سماجیو! تم تو اپنے منہ سے بڑی تہذیب کے دعویدار ہو اور کہا کرتے ہو کہ ہم وہی بات کہتے ہیں جو اسلامی کتابوں میں درج ہے۔ کیا اس بے ہودہ مثال کا ثبوت بھی تم کی اسلامی کتاب میں دکھا سکتے ہو؟ خط لکھ اے پسر رنج کر دل تھک

دوسرا رسالہ | رنگیلا رسول کے علاوہ اس قسم کا نہرہا ایک رسالہ و پتھر جیون مصنفہ پنڈت کالی چرن ناگری میں شائع ہوا جس کا ذکر بھی موقع بہ موقع ہوگا۔

مسلمانوں سے خطاب | لوگ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان والا شان میں سنتے ہیں اور ان سے سنجیدہ خاطر ہونا لازمی ہے مگر ایک معنی سے یہ جاہل سرت بھی ہے۔ وہ یوں کہ مخالفوں کی بد زبان اور دل آزاری سے قرآن مجید کی ایک پیش گوئی کی تصدیق ہوتی ہے۔ پس آپ غور سے سنئے ارشاد ہے۔
وَأَنسَعْنَنَ مِنَ الَّذِينَ أَوْلُوا لِكِتَابٍ
مِن قَبْلِكُمْ وَالَّذِينَ اشْرَكُوا إِذْ هِيَ كِتَابٌ
تم لوگ مخالفان اور منکران اسلام سے سخت سخت باتیں سنو گے۔

پارہ ۱۰ کراچی

یعنی مخالفین اسلام تمہارے اور تمہارے مذہب کے حق میں سخت سے سخت بد گوئی کریں گے۔ جو تم ہمیشہ سنو گے۔ تو یہ ہے پیش گوئی۔ مگر تم مسلمانوں کا اس وقت فرض کیا ہوگا۔ وہ بھی سن لو۔

وَأَنَّ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ
ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔
اگر تم مسلمان دان کی سخت کلامی سن کر صبر کرو گے اور خدائے ذرتے رہو گے تو یہ خدا کے نزدیک پسندیدہ کام ہوگا۔
پارہ ۱۰ کراچی ۲

پس آئندہ کو ہم اعلیٰ معلم الاخلاق مصلح اعظم پیغمبر اسلام
 محمد اور سوامی علیہ السلام کی تعلیم کی پابندی میں دیانتد کو صرف دیانتد
 نہیں لکھیں گے۔ بلکہ اپنے دستور کے موافق ان کے معزز لقب سے سوامی
 دیانتد لکھیں گے۔ تاکہ ثابت ہو کہ اسلام کے پیرونے دنیا میں اخلاقی تعلیم
 کس معراجِ کمال تک پہنچاتی ہے۔

أَرْوَاحُنَا لَهُ الْفِدَاءُ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ



آریوں میں طرزِ نکاح

رنگیلے مصنف کے سارے اعتراضات حضور علیہ السلام کی خانگی زندگی
 پر تھیں۔ اس لیے سب سے مقدم آریوں اور اسلام کی تعلیم نکاح کو دیکھنا ہے کہ
 ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اسلام میں نکاح کا یہی طریق ہے
 کہ مرد عورت کی مرضی سے دونوں کا معاہدہ کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے
 عمر بھر پاک نیاہ کرنا۔ اگر کوئی فرقی (مرد ہو یا عورت) نکاح کرنے میں ناراض
 ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے، آریوں کے گرد کی تعلیم ہے۔

بیابہ کی اٹھ قسمیں | بیابہ آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ ایک براہم، دوسرا دیو، تیسرا
 آرش، چوتھا پرچاپت، پانچواں آسٹ، چھٹا گاندھرب۔

ساتواں راکشس، آٹھواں پیشاچ۔ ان بیابہوں کی تفصیل یہ ہے کہ۔

- (۱) دولہا و دلہن دونوں مکمل برہمچریہ سے پورے فاضل دھارمک اور نیک
 سیرت ہوں ان کا باہم رضامندی سے بیابہ ہونا براہم کہلاتا ہے۔
- (۲) بھاری میگ کرنے میں یک کا کام کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی
 لڑکی کا دینا دیو۔

(۳) دولہا سے کچھ لے کر دواہ ہونا آرش۔

(۴) دونوں کا بیابہ دھرم کی ترقی کے لیے ہونا پرچاپت۔

(۵) دولہا اور دلہن کو کچھ دے کر بیابہ کرنا آسٹ۔

(۶) بے قاندہ بے موقع کسی وجہ سے دولہا اور دلہن کا با مرضی باہم میل جول
 ہونا گاندھرب۔

(۷) لڑائی کر کے جبراً یعنی چھین چھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا راکشس

(۸) خفتہ (سوئی ہوئی) یا شراب پی ہوئی یا پاگل لڑکی سے بالجبر ہم بستہ ہونا پیشاچ

کیونکہ دنیا میں ایسے بوسیدہ دماغ لوگ موجود ہیں خواہ مخواہ بھلے مانسوں کی عادات پر شک کرتے ہیں۔ ہم محمدؐ کو برہمچاری مانتے ہیں کیونکہ اس نے اس بارے میں اپنی شہادت آپ سے رکھی ہے ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں

”ایک رات میں قریشی لوگوں کے ساتھ مل کر ریوڑ چڑھا رہا تھا میں نے اس لوگ سے کہا کہ اگر تو ریوڑ کی پاسپانی کرے تو میں جاؤں اور جس شغل میں نوجوان رات کا وقت گزارتے ہیں۔ میں بھی گزراؤں یہ کہہ کر محمدؐ مکتہ چلا گیا مگر وہاں ایک شادی کی دعوت نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور اسے غنڈا لگئی“

”ایک اور رات وہ پھر اسی ارادے سے مکتہ پہنچا۔ مگر بہشت کے نعروں نے اس کے دل کو مسح کر لیا۔ وہ وہیں بیٹھ گیا اور سوتے سوتے صبح کر دی۔ محمدؐ کہتا ہے کہ ان دو واقعات کے بعد میرا دل بلی کی طرف نہیں بڑھا“

(حیات محمدی مولفہ میسر صاحب)

”ہمیں محمدؐ کے قول پر اعتبار ہے کیونکہ اسے امین کہا گیا ہے، ہم مانتے ہیں کہ اس کا دل گناہ کے شائبہ سے بری تھا۔ دو ہی دفعہ اسے شیطان نے گمراہ کیا۔ مگر تائید غیبی شامل حال ہوتی اور ہمارا زنجیل رسول اس چاہ گمراہی سے بال بال بچ گیا۔ کم از کم اس نے عملاً گناہ نہیں کیا“ (صفحہ ۷۸۷)

اس بیان میں سر ولیم میور کے حوالہ میں معاشہ نے سخت خیانت کی ہے پہلے ہم سر موصوف کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں۔ میور صاحب نے ایک سرخی مقرر کی ہے۔

لے جیسے آریہ سماجی

بیاہ کہلاتا ہے۔ ان سب بیاہوں میں براہم سب سے افضل، دیو، آرش اور پرچاپت متوسط، آسرا اور گاندھرب ادنیٰ، راکھشس مذہوم اور پیشاج نہایت مکروہ ہے“ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۸۔ باب ۴، نمبر ۱۴)

یہ الفاظ ہم نے اردو ستیارتھ پرکاش طبع اول سے نقل کیے ہیں طبع چہارم میں آریوں نے ایک کمال کیا ہے۔ شروع میں یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔

”بیاہ (اولاد پیدا کرنے کا طریق) آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔

یہ زیادتی بھی ہمیں مضر اور ان کو مفید نہیں بلکہ ہمیں مفید ہے۔ اگرچہ سوامی جی نے نمبر (۷) اور نمبر (۸) کو مذہوم اور نہایت مکروہ لکھا ہے لیکن اتنا تو مانا ہے کہ عقد نکاح ہو جاتا ہے اور اولاد جو ان دو قسموں سے پیدا ہوگی۔ جائز وارث کہلائی کی مستحق ہے۔

ناظرین! غور کیجیے، کس قدر حیا سوز اور نظر ناک تعلیم ہے کسی کی معصومہ لڑکی کو جہر یا باغریب سے چھین کر یا دھوکہ فریب سے شراب پلا کر عقد نکاح کر لیں۔ تو یہ شہادت سوامی جی عقد جائز ہوگا۔ گو مکروہ اور ناپسند کہا جائے۔ لیکن بڑی بنا کر اس منظر لڑکی کو رکھنے کا حق تسلیم ہے اور اس سے پیدا شدہ اولاد جائز ہوگی۔ ”د آف رے ظلم!!!“ نمبر ۱، بھی خاص قابل غور ہے جو بلاشبہ جانتے ہیں۔ آریوں کی خانگی زندگی کی ابتداء دکھا کر ہم اصل جواب پراتے ہیں۔

تمہید جواب

رنگیلے مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی پچیس سالہ زندگی کو برہمچریہ (پاک) زندگی کہہ کر بھی ایک خفیہ سی چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عادی ہیں۔

لیکن جو نہی آپ شہر کے
حدود تک پہنچے تو ایک برات
کی تقریب نے آپ کی
توجہ کو اپنی طرف
بھیڑ لیا اور آپ
سو گئے۔

پھر ایک اور رات کو
آپ شہر میں اسی اللہ
سے داخل ہوئے تو
آپ پاک نعموں کی
وجہ سے باز رکھے
گئے آپ نیچے بیٹھ گئے
اور صبح تک سوئے
رہے۔

اسی طرح پھر بھی آپ
دنیاوی تفریح کی خواہش نہ کی
اس کے بعد محمد اعلیٰ علیہ
وسلم کا قول ہے، میں نے
پھر کبھی بھی برائی کا قصد
نہیں کیا۔ یہاں تک

(5) But no roome bed be
reached the precinets of the
city, them a marrenge feast
engaged liis attention, be fat a
sleep .

(6) One anathere night
entention , he was errested by
heaveninly srtrains of music
and sitting down He slept hill
morning

(7) Thus he again escaped
temptations

(8) And after this added
mohammad I no more sought
aternice even I had attained
I had attained in to the
praphatic office

محمد کی باوقار و باتکلیف و پرہیزگارانہ جوانی۔

(1) All the authorities agree in
ascribing to the youth of
Mohammad a correctnes of
department a purity of
manners care enemy the
people of macca .

ترجمہ۔ جوان کی عمر میں محمد
کے برتاؤ و اخلاق، کی راستی
اور عادات کی طہارت کے بیان
کرنے میں جو مکتہ کے لوگوں میں نہا۔
کیا بات تھی۔ سب مصنف متفق
ہیں۔

(2) his Moderty is said to
have been Miraculons by
preserieed

اس کی شرم و حیا اعجازی طور پر
م محفوظ بیان کی جاتی ہے

(3) I was engaged one Night (
sarunsa tradition from the
prophet) feeding the flocks in
company with a bad of
Qurriesh

پیغمبر صاحب (صلعم) سے ایک
روایت یوں ہے کہ میں ایک
رات ایک قریشی لڑکے کے
ساتھ بکریوں کا گلہ چرا
رہا تھا۔

(4) And I. said to him. if thou
with flocks of offer my flock
I will go in to macca and
divert my self there ,as youth
are went by night to divert
him schurs

میں نے اس لڑکے سے
کہا کہ اگر تم میرے گلہ کی حفاظت
کرو تو میں مکتہ میں جا کر
اپنا دل بہلاؤں۔ جس طرح
کہ نو عمر لڑکے رات کو
اپنے دل بہلانے کے

سمجھا جاتا ہے اپنی شان عالی کے لحاظ سے ناپسند کر کے فرمایا۔

مَا هَمَّتْ بَعْدَ هَاجِسُوْعٍ (طبری)

یعنی بقول میسر صاحب میں نے کبھی بھی (ایسے جائز) مکروہ کام کا قصد نہ کیا۔

سما جو! تمہارا رنگیلا مصنف سچ کہتا ہے۔

محدث کی زندگی سب سے خیر زندگی ہے۔ نصاب سے پُر، عبرتوں سے لبریز، واقعی راہنما ہے۔ حقیقی معنوں میں راہنما ہے۔ (صفحہ ۶) سچ ہے۔

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفاداروں میں ان میں دو وصف ہیں بد بظ بھی خود کام مٹتی ہیں

محل جواب

مہلتے مصنف کے سارے اعتراضوں اور گستاخوں کا غلام صبر ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی بیویاں کیں اور ان بیویوں میں آپ نگ ریاں کرتے۔ یعنی بیویوں کے حسب منشا و خوش مزاجی سے زندگی گزارتے تھے۔ لطف یہ ہے کہ بڑے فخر سے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ

”محدث کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا ہو گا کہ محدث نے ساشتر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ محدود رہ کر گزارا۔ محمدؐ برہمچاری تھا، اس کا حق تھا کہ شادی کرے“ (صفحہ ۷) وہ یہ بھی مانتا ہے کہ۔

محدث برہمچاری تھا، اس نے پچیس سال کی عمر تک شادی نہیں کی اور عالم جوانی کے موجودہ بدکاری سے بچا رہا۔ (صفحہ ۷)

کہ میں منصب نبوت پر پہنچا یا گیا۔

سرمیور صاحب کی یہ انگریزی عبارت اور اس کا ترجمہ ہی حضور علیہ السلام کی پاک زندگی کا صاف صاف اعلان کر رہے ہیں تاہم دشمن کی دھان بندی کے لیے ہم اس کی مزید توضیح کرتے ہیں۔

عرب میں مجالس ہوتی تھیں۔ جیسے آج کل شائستہ ملکوں میں کلب ہوتے ہیں۔ لوگ رات کے وقت وہاں بیٹھ کر شعر و شاعری کرتے اور ملکی واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اس رسم کا ثبوت کتاب ”بلوغ اللرب فی احوال العرب“ سے ملتا ہے۔ میرو صاحب نے اس مقام پر خود تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ طبری کو دیکھیں تو اس کی جلد دوم میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

حَتَّىٰ اَذْخُلَ مَكْتَبَهُ فَاَسْتَمَرَّ بِهَا كَمَا يَسْتَمِرُّ الشَّبَابُ (صفحہ ۱۹۰)

”یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھی لوط کے کو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مکتبہ میں جاؤں کہ اس طرح باتیں کر دوں اور حکایتیں سنوں جس طرح جوان بڑھتے ہیں۔“

یہ الفاظ مدعا کو بالکل صاف کر رہے ہیں کہ مکتبہ میں جانے سے حضورؐ کا کوئی بُرا ارادہ نہ تھا۔ جیسا کہ مخالف نے اشارہ کیا ہے۔ بلکہ ملکی رسم کے مطابق ایک معمولی کام تھا۔ لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات گرامی شروع سے ایسے معمولی کاموں میں صرف نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ماشہ مخالف بھی مانتا ہے۔

”محدث تمنا ہی پسند آدمی تھا۔ خیالات کی دنیا میں مست رہتا۔ پہاڑوں میں، صحراؤں میں، میداؤں میں، خلوت کے گوشے میں جلیبیٹا اور اپنے دل سے باتیں کیا کرتا تھا۔“ (رنگیلا صفحہ ۱۲)

اس لیے حضور علیہ السلام نے اس معمولی کام کو بھی جو ملکی رسم کے مطابق ہر طرح جائز تھا۔ بلکہ آج کل بھی لائبریریوں میں بصورت اخبار اپنی امتحان

کہ مخالف کو یہ بھی تسلیم ہے۔

”معیاد خانہ داری کے پچیس برس محمد صلعم ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھی۔ اس بڑھیا سے اس جوان کی منگوائی۔ یہ بات محمد صلعم کی پاکیزہ خاطر پر دلالت کرتی ہے“
(ریحانیکلا صفحہ ۱۸)

سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْعَادَةُ فَضِيلَتُهُ
ہے جس کا دشمن بھی محرف ہو۔

باوجود اس اعتراف اور اقرار کے آریہ عتف نے جو کچھ اعتراضات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خانہ داری پر کیے ہیں۔ وہ ایک اصولی غلطی کی بنا پر ہیں۔ اس لیے اس مجمل جواب میں ہم پہلے وہ اصول بتانا چاہتے ہیں۔ جن کی پابندی کرنا ہر ایک دھرم ٹما بلکہ ہر ایک شریف آدمی کا فرض ہے۔

آریہ سماج اس اصول کو مانتی ہے کہ قانون قدرت خدا کا فضل قدرتی اصول ہے جو کام قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل اعتراض نہیں اس پر اعتراض کرنا خود مورد اعتراض بننا ہے۔ پس اس اصول کے مطابق ہم دیکھتے اور آریہ سماج کو دکھاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی بالکل قانون قدرت کے مطابق تھی۔ وہ خورے کینیں۔

ہم انسان میں تین خواہشوں کا ثبوت دیکھتے ہیں۔ کھانے، پینے کی خواہش جو پیدائش کے وقت گھوت تک شیر خوار، نابالغ اور بوڑھے سب کو برابر ہے۔ ان کے قدرتی ہونے میں کیا شک ہے؟ ہرگز نہیں۔

تیسری خواہش مرد و عورت کی ہے جو انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ بالغ ہونے پر نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی طرف رغبت ہوتی ہے جو پہلی دونوں خواہشوں کی طرح بالکل قدرتی ہے اس میں بھی مثل سابق کسی انسانی فعل کو دخل نہیں

غرض یہ تینوں خواہشیں برابر قدرتی ہیں پہلی دو خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے جس طرح انسان اخلاقی اور مذہبی اصول کے ماتحت مجاہد ہے کہ اپنی کھانے پینے کی خواہشات کو پورا کرے تیسری خواہش کے پورا کرنے میں بھی مجاہد ہے کہ انہی اصول کے ماتحت جس طرح چاہے اس کو پورا کرے یعنی اس کا مادہ سے ملاپ مثل حیوانات کئے جو جو بالکل خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے بلکہ تمدن صحیح اصولوں پر جو جس سے فریقین کی زندگی پر کوئی غیر معمولی ناگوار اثر نہ پڑے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جہاں نکاح کا ذکر آتا ہے ایک جامع برکات لفظ آتا ہے جو سب خوشیوں کو شامل ہے یعنی

مُحْبَبِينَ عَلَيْكَ مَسَاجِدِينَ

یعنی نکاح اس غرض سے کر دو کہ تمدنی اصول کے ماتحت پاکیزہ زندگی گزارے نہ صرف شوگر کم کھانے کو۔ سوامی دیانند بھی اس اصول کے پابند نظر آتے ہیں جو باوجود اصول تمدن کے مخالف ساری عمر مجبور رہنے کے نکاح کے تعلق سے رہنا انسانی طریق اور بے تعلق نکاح کے ملاپ کرنا جو انی وضع بتاتے ہیں۔ (استیادہ پرکاش باب فقہ ۱۲۵)

جہاں تک دیکھا جاتا ہے اصول تمدن کے ماننے والے سب متفق ہیں کہ کیا انسانی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور کیا نسل انسانی کے باقی رکھنے کو میاں بیوی کا تعلق بہت ضروری ہے۔ چونکہ یہ تعلق خاص اس تیسری خواہش کے پورا کرنے کے لیے ہے۔ اس لیے اس خواہش کی جتنی بھی صورتیں ہوں گی ان سب کے پورا کرنے کا ذریعہ ہی ایک تعلق نکاح ہے۔ جو شخص اپنی جملہ خواہشوں کو اسی ذریعہ سے پورا کرے گا وہ متمدن (اجلہ نامک) ہے اور جو اس کے سوا اور کسی ذریعہ کی تلاش کرے گا وہ مخالف اور رکھشس ہے۔

قرآن مجید میں اس جائز تعلق کے فوائد بتا کر اطلاع دی ہے۔

فَمَنْ يَنْتَهِ وَيَرَاكَ الْكَافِرَ فَكَفَرْتَ بِمَا كَفَرْتَ فَمَا يَكْفُرُ الْكَافِرُ بِمَا كَفَرْتَ فَمَا يَكْفُرُ الْكَافِرُ بِمَا كَفَرْتَ

یعنی جو لوگ اس تعلق نکاح کے علاوہ کسی ذریعہ سے حاجت ردوائی کریں گے وہی قانون قدرت سے متجاوز ہوں گے۔

تفصیل

تاکہ آئندہ جمل کر جواب سمجھنے میں آسانی ہو، مناسب ہے کہ تیسری خواہش کی ہم ذرا تفصیل کر دیں۔

کون نہیں جانتا کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے کئی قسم کے تعلقات ہوتے ہیں، پوری قضاہ حاجت تو کسی سے مخفی نہیں۔ اس سے کم درجہ بھی ہوتی ہے۔ جس کو شنا نقظوں میں بوس و کنار کہو یا کچھ اور کبھی یہ بھی نہیں محض دل لگی کی باتیں ہی ہوا کرتی ہیں کبھی ہم بستری میں محض ملاقات ہے۔ غرض کبھی کچھ کبھی یہ سب قسم کے تعلقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ سب انسان بلکہ جملہ حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ کبوتر کو دیکھیے کہ کبوتری کے سامنے کس صحبت سے ناپتا ہے۔ کس کس طرح اس کا دل بہلاتا ہے مرغا جو عیا لداری کنبہ پروری وغیرہ میں سب جانداروں سے انسان کے بہت مشابہ ہے۔ کس طرح مرغی کے سامنے چبل کرتا اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کسی انسان کی تعلیم سے؟ نہیں بلکہ قدرتی تعلیم سے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک کبوتر اور ہر ایک مرغا بلکہ ہر ایک چرٹا بلکہ ہر ایک شہر اس طرح اپنی ماہ سے دل بہلاتا ہے یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ ان پر اعتراض کرنا قانون قدرت پر اعتراض کرنے کے برابر ہے۔ جو کسی دم سے کوشی حوصلہ نہیں۔

اسی غرض کا نتیجہ | لڑکی ۱۲ سال کی ہو تو لڑکا ۱۴ سال کا یا لڑکی ۱۵ سال کی ہو تو لڑکا ۱۶ سال کا۔ مگر قانون قدرت ہمیں بتاتا ہے کہ جس طرح کھانے پینے میں من پسندی کو دخل ہے۔ اس میں بھی فریشتین کی من پسندی ہی ایک اصول صحیح ہے، دیکھیے، اس کو کسی نچرل شاعر نے یوں لکھا ہے۔

کاسے گورے پہ کچھ نہیں موقوف
دل کے پلنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

قرآن مجید نے اس قدرتی اصول کے ماتحت یہ فرمایا ہے۔

فَاَنكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔

جن عورتوں کو تم پسند کرو ان سے نکاح کرو

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے عمل جواب کافی ہے۔ اب ہم مفصل جواب پڑاتے ہیں۔

مفصل جواب

حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہؓ کی شادی حضور علیہ السلام سے اس وقت ہوئی جب کہ حضورؐ کی عمر عین شباب (۲۵ سال) کی تھی اور خدیجہؓ کی عمر چالیس سال، ایسی جوان عمر (۲۵ سال) میں کوئی نوجوان ایسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا۔ رنگیلا مصنف بیان تک مانتا ہے کہ۔

”ہم خدیجہؓ کو مائی کہیں گے کیونکہ اس کی عمر چالیس برس کی تھی جب وہ محمد (صلعم) کے حرم میں داخل ہوئی یا اگر حقیقت ہی کا اظہار ضروری ہو تو محمد (صلعم) اس کے حرم میں داخل ہوا۔“ (صفحہ ۹)

آپ مائی کہیں تو آپ کی سعادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری تو مائی نہیں بلکہ مال ہے مگر تم کو اعتراض کیا؟ ناظرین! اعتراض سنئے! رنگیلا مصنف کیا مزے لے لے کر لکھتا ہے۔

”محمد نے خدیجہ کو تجارت کا حساب دیا اور اپنی اجرت لے کر رخصت ہوا۔ اس کی شرمیلی آنکھیں ضرورت سے کم گو زبان، قدرتی جمال اس سے بڑھ کر بیو پار کا کھراہن پھیرے تکلفی اور سادگی جودل میں تھا وہی زبان پر جو زبان پر تھا وہی عمل میں، بڑھیا پر یہ بے ساختگی اثر کر گئی۔ اسے (محمد کو) اپنی تنہا زندگی کا شریک بنانا چاہا۔“ (صفحہ ۱۰)

بندہ خدا! اتنی طولی کلامی کی کیا حاجت تھی۔ مختصر ہی کہہ دیا ہوتا ہے حسن یوسف دم عیسیٰ یہ بیضا داری آنچر خوں ہاں ہمہ واژند تو تنہا داری یا اگر فارسی شعر منہ پر نہ چڑھتا تو اردو شعر ہی لکھ دیا ہوتا ہے حسین ہر دم جیوں ہو، دل نشین ہو لقب جن کے ہیں اتنے وہ تہیں ہو

حضرت کی منظوری نکاح کی کہ خدیجہ نے اپنا خاوم اپنے چچا عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ مجلس میں آئے۔ (صفحہ ۱۲۳)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی موجودگی تمہارے بڑے بھائی کو بھی مسلم نہیں، خدیجہ کے باپ کے شراب پینے اور اس کے بے ہوش ہونے سے نہ اسلام پر نہ نبی اسلام پر کوئی اعتراض ہے۔ اس لیے ہم اس کی مزید تردید میں جانے کی ضرورت نہیں جانتے کیونکہ ہماری غرض حضور علیہ السلام سے مہافت ہے کسی اور سے نہیں اور حضور کی نسبت تو مخالفت مہاشہ کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے یا خدانے نکلوائے کہ

”خدیجہؓ نے محمدؐ کو محمد بنا یا پچیس برس کے عرصہ میں جب تک وہ محمدؐ کی بیوی بن کر زندہ رہی محمدؐ کو دوسری شادی کا خیال نہیں آیا۔“

”آریہ شاستروں میں خانہ داری کی میعاد پچیس برس مقرر ہے یہ میعاد محمدؐ نے نہایت پاکیزگی سے بسر کی۔ اس لیے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے ہیں۔“ (درنگیلا صفحہ ۱۵)

آپ کی اتنی راست گوئی سے ہمیں امید ہے کہ اگر دیانتداری اور خدا خوفی سے حضورؐ کی باقی زندگی پر غور کریں تو بجائے آریہ خانہ دار کے ”آریہ سردار“ کہیں گے انشاء اللہ

راہ پر تم کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں اور کھل جاؤ گے دو چار ملاقاتوں میں

خدا کا شکر ہے کہ مخالف کی نگاہ میں بھی حضورؐ کی پچاس سالہ عمر لے نتیجہ عیب اور بے داغ ہے۔ باقی بھی مخالف انصاف سے دیکھیں گے

تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔

زفر نقی تالیف ہر گجا کہ می نگریم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

نکاح خدیجہ کے ماتحت رنگے مصنف نے

مہاشہ کے تین جھوٹ | تین واقعات ایسے جھوٹ لکھے ہیں جو کبھی نہ

حضرت خدیجہ نے اگر اپنے لیے شریک تسمائی حسب مشائخند کیا اور حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو شریک راز نہ بنایا تو حسب تمہید مذکورہ آپ کو کیا سوال؟ ہاں ایک تاریخی واقعہ آپ نے میور صاحب کی مصنفہ کتاب ”حیات محمدؐ“ سے نقل کیا ہے گو وہ ہمارے کسی طرح مخالف نہیں مگر ہم اس کے متعلق بھی ناظرین کو اطلاع کرتے ہیں کہ یہ سارا قصہ سرے سے غلط ہے۔ وہ قصہ مہاشہ جی کے لفظوں میں یوں ہے۔ لکھتا ہے:-

”خدیجہ کا باپ بھی زندہ تھا۔ اس کی طرف سے خدشہ تھا کہ وہ راستے میں روڑا ہوگا۔ اس آٹھ میں خدیجہ نے ایک دعوت کی اور اس میں اپنے اور محمدؐ کے خاندان والوں کو مدعو کیا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ خدیجہ کا باپ اس دور میں بہ گیا جس سے زیادہ پی گیا بوڑھا تھا۔ بہک اٹھا۔ یہی وہ موقع تھا جس کی سب کو ناک تھی۔ اسے شادی کے کپڑے پہنا دیئے گئے اور خدیجہ کا نکاح ہو گیا۔ اسے ہوش ہوئی تو ہٹتا بھاگ گیا مگر کچھ پیچھے پنجرے سے نکل چکا تھا۔ بزرگوں کا ساتھ مل اختیار کیا اور خاموش رہا۔“

(حیات محمدی مؤلفہ میور صاحب)

میور صاحب خود اس روایت کی نسبت واقعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ معایت غلط ہے اس کے علاوہ اسلام کے مشہور اور مستند تاریخ نگاران امام ابن جریر طبری نے اس روایت کی باطلیوں کو تخریب کی ہے کہ

إِنَّ أَبَاهَا مَاتَ قَبْلَ النِّكَاحِ۔ (طبری جلد دوم صفحہ ۱۹)

یعنی حضرت خدیجہ کا باپ جنگ فجار سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اور جنگ فجار اس نکاح سے پہلے کی ہے۔

سنو اتمہارے دور سے کبھی ہائی پنڈت کالی جرن نے حماسی مضمون لکھ کر کھینچا ہے۔

پرنسپل میں دیکھیں کہ اس میں وہ لکھتا ہے کہ

میں یہ حوالہ دکھائے تو انعام ہے۔

”محمد کو الہام کے وقت سخت تکلیف ہوتی تھی اس لیے تیسرا جھوٹ کے منہ سے جھاگ آنے لگتی، جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا، باہر کی سُدھ بُدھ نہ رہتی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مرگی کے دورے تھے محمد اس وقت مر لیں ہو جاتا، خدیجہ اس کی خدمت کرتی۔ اس پر کپڑا لاتی پانی کے پھینٹے دیتی۔ غرض یہ کہ اسے ہوش میں لاتی۔ بخاری باب الوحي“

(درنگیلا رسول ص ۱۱۱)

بخاری میں یہ حوالہ نہیں جس میں مرگی کا ذکر ہو اور خدیجہ کے پانی وغیرہ ڈالنے کا مذکور ہو۔ یہ سب آریہ مہاشہ کی ایسا نذاری کا ثبوت ہے۔ ہاں ان کذبات ثلاثہ (تین جھوٹوں) کے سوا ایک سچ بھی اس کے قلم سے نکل گیا ہے (الکذوب قد یصدق) لکھتا ہے۔

عرب میں پاپ ہوتا تھا۔ نہایت خوفناک پاپ ہوتا تھا اور محمد کا دل نیکی کے خیالات سے لبریز ہوا ہوتا تھا۔ عربی بت پرست تھے اور اس نے کھلے میدانوں میں بے ابر آسمانوں میں لامحدود ریگستانوں میں کسی لامحدود طاقت کا احساس کیا تھا اسے یقین ہو گیا کہ پر ماتا ایک ہے اور اس کی کوئی شکل و صورت نہیں۔ (صفحہ ۱۱۳)

مہاشہ سحیرو یا د رکھتا آئندہ کو اسلام اور اہل اسلام پر یہ الزام نہ لگانا کہ خدا کو تشکل یا بتعم کہتے ہیں۔ در نہ ہمیں حق ہو گا کہ ہم تمہیں یہ شعور سنائیں۔ کیونکہ مجھے باور ہو کہ ایسا ہی کرینگے کیا وعدہ تمہیں کر کے ٹھکرنا نہیں آتا

مہاشہ کی مائی { حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق میں رنگیلے مہاشہ نے ان لفظوں میں اظہار عقیدت کیا ہے۔

لے جو تو ابھی کبھی سچ بولا کرتا ہے۔

نہیں ہو سکتے۔

پہلا جھوٹ ”محمد کو یقین ہو گیا کہ دنیا گمراہ ہو رہی ہے اسے اپنے انبانے جس کی حالت پر رونا آتا۔ اس کے دل میں گہرا درد تھا۔ جو عربی زبان کے نہایت پُر اثر اشعار کی صورت میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوا تھا۔ یہیں قرآن کی پہلی آیتیں ہیں۔ جو کسی نامعلوم سبب سے قرآن کے اخیر میں درج کی گئی ہیں۔ ان میں تڑپ ہے تیزی ہے۔ سچی طلب ہے۔ بقیر ارارہ ہے۔ حقیقت کی تلاش ہے۔ (صفحہ ۱۱۳)

پُر اثر اشعار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بنائے نہ قرآن مجید میں کوئی شعر درج ہے۔ بلکہ شعری تروید ہے۔ مَا عَلَّمْنَاہُ الشُّعْرَ وَمَا یَنْبَغی لہ۔ (نہ ہم خدا نے اسے اس نبی کو شعر نانا سکھا یا نہ اس کو لائق ہے)

دوسرا جھوٹ ”محمد کا اضطراب بڑھتا گیا اور تسلی کی صورت نہ دیکھ کر آخر اسے خیال ہوا کہ خود کوشی کر لینی چاہیے۔ آخر

اسے رونے دھونے کی زندگی سے فائدہ؟ یہاں خدیجہ کی عمر رسیدگی کام آئی کوئی نوجوان عورت ہوتی تو خاندان کو پاگل سمجھتی اور اس کا ساتھ چھوڑ دیتی۔ آپ ڈرتی اور اسے ڈراتی، خدیجہ نے محمد کو ڈھارس بھائی محمد کو تنگ تھا کہ مجھ پر جنوں کا جادو ہے۔ یہ الہام نہیں، شیطان کی کورت ہے۔ خدیجہ نے جنوں کا امتحان کیا اور محمد کو یقین دلایا کہ یہ جنوں نہیں ہیں۔ ان کا پیغام درست ہے اور جب محمد نے کہا کہ یا تو وہ دنیا کو بدل دے گا۔ یا اپنا ہی خاتمہ کرے گا۔ تو خدیجہ نے دنیا کے بدلنے کے ارادے کو تقویت دی اور خود اس نئے مذہب کی جس کی اشاعت کا محمد نے منصوبہ باندھا تھا۔ سب سے پہلے پیرو ہوتی، (قصص الانبیاء)

قصص الانبیاء میں یہ قصہ نہیں ہے نہ جنوں کا جادو۔ نہ شیطان کی کورت۔ بلکہ یہ سب حوالہ شیطان القارہیں تو بجا ہے۔ کوئی غیرت مند آریہ ہم کو قصص الانبیاء محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت أم المؤمنين عائشة صدیقة رسول الله ﷺ

وَعَنْ أَبِيهَا

دوسرا حملہ مخالف نے حضرت صدیقہ کے نکاح پر کیا ہے۔ ریگیلے مصنف کے بڑے بھائی کالی چرن نے بھی اپنے ہندی رسالہ "دیپتیر جیون" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق چند روایتیں بے سرو پا لکھی ہیں۔ جن میں دیانت اور امانت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بڑے طغیے سے لکھا ہے کہ

"جب آنحضرت نے حضرت ابو بکرؓ کو عائشہ سے نکاح کرنے کا بیٹھا

دیا تو اس سے پہلے ابو بکرؓ مطعم بن عدی سے عائشہ کی بابت وعدہ کر چکا

تھا مگر حضرت کی ضد کے مارے وعدہ پورا نہ کر سکا" (صفحہ ۱۱۲۰)

اس دعوے پر حوالہ دیا ہے روضۃ الاحباب صفحہ ایک سو کیا دن (۱۵۱) کا جو درحقیقت صفحہ ایک سو پانچ (۱۰۵) ہے۔ ہم اس مقام کے اصل الفاظ نقل کیے دیتے ہیں تاکہ بالانصاف ناظرین ان مہاشہ جی کی امانت اور دیانت پر مطلع ہو سکیں۔

فارسی

اردو

در خاطر صدیق خدشہ پیدا شد مطعم	ابو بکر صدیق کے دل میں خدشہ ہوا کیونکہ
بن عدی عائشہ را برائے پس خود خطبہ نمود	انہوں نے مطعم بن عدی سے عائشہ کے
بود و ابو بکر قبول کرده و باو سے وعدہ	نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اور ابو بکر نے
در بیان داشت و ہرگز غلف وعدہ نہ کرد	کبھی وعدہ خلافی نہ کی تھی۔ اس سبب سے
بودہ ال سبب خولہ را گفت تو ہمیں جا	خولہ (قاصدہ آنحضرت) کو ابو بکر نے کہا
باشش و خود بخوانہ مطعم رفت زن مطعم	تو یہاں میرے گھر میں مطعم رہیں آتا ہوں
چوں ابو بکر را از دود دید گفت اسے	یہ کہہ کر ابو بکر مطعم کے گھر گئے جب ان کے

"اس لیے ہم خدیجہ کو مائی خدیجہ کہیں گے کہ وہ عمر میں انتقال میں، دانش

میں تجربہ و آزمودہ کاری میں مائی خدیجہ ہیں۔" (ریگلا صفحہ ۱۱)

اس لیے ہم بھی آریوں اور سکانوں کی مائی (حضرت خدیجہ) کی دانش مندی تجربہ کاری اور درویشین راستے کا اظہار کرتے ہیں جو موصوفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اس وقت ظاہر کی تھی جس وقت (بقول مہاشہ کے) وہ اپنے خاوند کی دھارس بندھا رہی تھیں۔ اول انصاف کے لیے وہ الفاظ قابل غور

ہیں:-
آنحضرت نے خدیجہ کو کہا:-

قَالَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي
فَقَالَتْ خَدِيجَةٌ كَلَا وَاللَّهِ لَا
يُخْرِنَاكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ
الرَّحْمَ وَتَحِلُّ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ
الْعَدْوَمَ وَتَقْرِي الصَّبِيْفَ وَتَعِينُ
عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ -

(صیغہ بخاری)

یہ ہے راستے مہاشہ کی مسلمہ مائی کی جس کا خلاصہ یہ شعر ہے۔

عضب کے دل رہا ہو عکسار بیکیاں تم ہو

معین ناتواں ہو میزبان میمال تم ہو!

مائی کے سپوتو! کیا کہتے ہو؟

ﷺ

مصنوعی جنگ کہتے ہیں۔ ایسی مصنوعی جنگ کو دیکھنے کا شوق ہر ایک کو ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی شوق ظاہر کیا۔ حضور نے مکان کی دیوار پر سے اٹھ کر کھایا نہ وہ ناچ تھا کیونکہ ناچ ہندوستانی محاورے میں فاحشہ رٹڈیوں کے گانے بجانے کو کہتے ہیں، نہ کوئی ناجائز کلام تھا: ہاں اس کو ناچ کہنا آریہ صنف کی بددیانتی اور بڑی تعصب ہے۔ جن کی شکایت ان کے گرد سوامی دیا تند کو بھی ایسے مذہبی متعصبوں سے ہے (دیکھو ستیا رتھ پرکاش دیباچہ ص ۷)

رنیگیلے مصنف نے اس جلد میں اپنا سا ازور اور ساری قوت دل آزاری میں خرچ کر دی ہے۔ غور کیجیے کس رنگ آمیزی اور چرب زبانی سے لکھتا ہے: "صنف نازک (عورت) کا پیار محمد کی فطرت میں تھا، یہ اسے مردوں کے لیے اوج خاص کر متقی اور پرہیزگار مردوں کے لیے ایک برکت خیال کرتا تھا۔ اس کی رائے تھی کہ عورت کا عشق مرد کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے مصیبت میں صابر بناتا ہے آفت میں استقلال بخشتا ہے سینے کو ابھارے رکھتا ہے اور رُوح کو صیقہ کرتا رہتا ہے۔"

(رنیگیلے صفحہ ۱۱۸)

کیا اعتراض؟ ہم تمہید میں اس کا جواب دے آئے اور بتا آئے ہیں کہ عورت مرد کا تعلق قدرتی ہے۔ جو کوئی اس قدرتی تعلق کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہی شریف اور خدا رسیدہ ہے جو نہیں جانتا وہ شریار کٹھن ہے۔ مہاشہ جی سینے آپ کے گردنے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید یا تائید میں اسی قسم کی تعلیم دی ہے۔ آپ کو یاد نہ ہو تو کان دھریے!

عورتوں کی ہمیشہ پوچھا کرنی چاہیے

باب ما بھائی، خاوند اور دیوڑی ان عورتوں کی عزت کریں اور دیور وغیرہ سے خوش رکھیں جن کو بہت بہتری کی خواہش ہوئے ایسا کریں: جس گھر میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اس میں آدمی با علم ہو کر

ابوبکر امیدان داری کہ سپر مارا از دین مایر گردانی و سلمان سازی و دختر خود بود برے وہی۔ این ہم سخاوت اہر رسید ابوبکر از مطعم پرسید تو ہم چینیسی مسیگونی گفت آریے، صدیق غنیمت دانستہ از انجا سخاوت خویش بازگشت و خولہ را گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را بگوئی تا شتر فرماید خولہ آمد و آن سرور را از زبان ابوبکر بخواند، حضرت سخاوت دے تشریف داد و عائشہ را نکاح کرد۔

جلدی ۱ (جلد اول صفحہ ۱۰۵)

آنحضرت کو پیغام دیا حضور تشریف لائے اور عائشہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہو گیا۔ کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی گفتگو لوگ والوں کی طرف سے رشتہ کا انکا ہوتا ہے نہ کہ مطالبہ۔

ناظرین! غور کیجیے کہ ساری عبارت حضرت ابوبکر صدیق کی صفائی اور عمدہ و فانی کا کیسا صاف لفظوں میں اظہار کر رہی ہے۔ مگر مخالف نے آدمی عبارت نقل کر کے اپنے ضمیر کو کیسا آلودہ کیا۔

اسی طرح مصنف و جہتر جیون (ہندی) نے کیسا سفید جھوٹ لکھ لیا ہے کہ:-

"آنحضرت نے اپنی پیاری بیوی عائشہ کو ناچ دکھایا۔ (صفحہ ۱۶۴)

حالانکہ یہ ایسا غلط جھوٹ ہے کہ مصنف کو شرمانا چاہیے کہ ایک تعلیم یافتہ پارٹی ڈاڑھیہ کا قائم مقام ہو کہ ایسی غلط بیانی کرتا ہے تو بے علم لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں حبشہ کے فوجی لوگ فوجی کرتے کرتے تھے۔ جس کو آجکل

عورتیں دماغ سے اتر گئیں۔ بہشت کی حوریں کے خواب آنے لگے۔

(رنگیلا ص ۱۹)

مہاشے سجنو! دیکھا اسلام کا معجزہ تمہارا وکیل رنگیلا مصنف آتی سی عبارت میں کیا کچھ بھی کہی باقی کر رہا ہے۔ پہلے فقرہ کی تردید تو خود قرآن مجید نے صاف صاف اور کھلے لفظوں میں کر دی ہے۔ غور سے سنو!

مَا عَلِمْنَاكَ الشَّعْرَ وَمَا

اوردے لائق ہے)

حدیث کی کسی کتاب یا تاریخ میں ثبوت نہیں ملتا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی ایک شعر بھی بنایا ہو۔

دوسرے فقرہ کا جواب خود مہاشہ کے کلام میں ملتا ہے جو پہلے بھی صفحہ ۴۳ پر نقل ہو چکا ہے اور اب پھر نقل ہے، مہاشہ کی کتاب ہے۔

» معیاد خانہ داری کے پچیس برس محمد ایک ہی بیوی پر قانع رہا اور وہ بھی

دو خاندانوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس کی اور انتقال

کے وقت ۶۵ برس کی تھی۔ اس بڑھیا کی اس جوان کی نیچہ گئی، یہ بات

محمد کی پاکیزگی خاطر ہر دلالت کرتی ہے (صفحہ ۱۸)

سماجیو! تمہارا مہاشہ کیسے دل و دماغ کا مالک ہے کہ صفحہ ۱۸ پر تو حضرت

خدیجہ حبیبی بڑھیا بیوی سے نباہ کرنے کو حضور علیہ السلام کی پاک باطنی کہتا ہے۔ جو

بالکل سچ ہے۔ مگر چند سطریں بعد ۱۹ پر اس بڑھیا سے نباہ کرنے کو موجب حشر

دانشوس قرار دیتا ہے۔ یکس قسم کا ظلم یا بدحواسی ہے؟ دونوں منقولہ عبارتیں غز

سے پڑھو۔

حضرت عائشہ صدیقہ کے نکاح پر سب سے بڑا اعتراض مخالف کو یہ ہے

کہ دس برس کی کم سن لڑکی تھی اور حضور کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اس لیے مہاشہ

جی مشورہ دیتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

دیوانام سے ملقب ہوتے اور راحت سے رہتے ہیں اور جس گھر میں

عورتوں کی عزت نہیں ہوتی وہاں سب کام بگڑ جاتے ہیں ۲۰:

جس گھر یا خاندان میں عورتوں غمگین ہو کر تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان

جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آئندے پر

حوصلہ اور خوشی سے بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے ۲۱:

اس لیے حشمت کی خواہش کرنے والے آدمیوں کو مناسب ہے کہ

عزت اور ترمیم ہمارے موقع پر زیورات، پوشاک اور خوراک وغیرہ سے غور

کی ہمیشہ عزت کیا کریں ۲۲: (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۴ باب نمبر ۱۲)

سماجی متروا کہو تو استریوں کی پوجا کیا کرتے ہو؟

ہاں ہم کو تسلیم ہے کہ ہمارے حضور کو نازک صنف پر بہت کچھ نظر عنایت تھی

اس لیے تو حضور نے سارے ملک عرب بلکہ ساری دنیا کے

خلاف فشار بحکم الہی لڑکی کو ماں باپ کا بلکہ بیوی کو خاندان کا بھی وارث بنایا۔

دیوانہ می سجنو! اس محبت اور انصاف کی مثال ذرا دیکھ دھرم میں لڑکھاؤ

تمہارے سوامی نے تم کو استریوں کی پوجا کرنی سکھائی۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ بے چاریوں

کو مردوں کے ساتھ ورثہ میں بھی شریک کر جاتے۔ کیا یہی اسلام کا نقص ہے؟

سچ ہے۔

گل است سجدی و در چشم دشمنان غارت

اس ضمن میں دوسرا فقرہ مہاشہ مصنف نے کیسا غلط لکھا ہے۔ جس سے اپنے

ہم جنسوں کی آنکھوں میں مٹی نہیں نکلے یاں ڈال ہیں۔

سماجیو! غور سے سنو!

(۱) محمد نے شاعرانہ طبیعت پائی تھی (کیا سفید صوٹ ہے)

(۲) خدیجہ کی کہنہ سالی نے عالم موجودات میں عورت کے شباب کی بہار

کا لطف نہ اٹھانے دیا یہ قوت تضرع کو ایک اور تازبانہ ہوا دنیا کی

”محمد ابو بکر کی لڑکی کو اپنی لڑکی بنا لیتا۔ اس کی شادی اپنے ہاتھوں سے کرتا، جہیز دیتا اور اس کا باپ بن جاتا تو نہایت خوش آئند ہوتا۔“
(رنگیلا ص ۱۷۱)

اللہ سے تیری شان! یہ اس قوم کی طرف سے مشورہ ہے جو خیر ل قانون کو اپنا اصول جانتی ہے۔ مہاشہ جی اور ان کے ساتھی جانتے ہیں کہ والدین اور اولاد کا تعلق قدرتی ہے مصنوعی نہیں کہ کسی کے بنانے سے بنے۔ اسی لیے قرآن مجید نے قبیلتے اے پالک) کو اپنا بیٹا کہنے سے منع کر دیا ہے۔ غور سے سنو! ارشاد ہے:-
أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ
(اے پالکوں کو ان کے والدوں کے نام سے بلا یا کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت انصاف کی بات ہے)

مگر جس قوم کا یہ اصول ہو کہ نیک زادہ اپنے اصل باپ (نظف دار) سے کٹ کر مصنوعی باپ کا بیٹا کہلائے (ستیا رتھ پرکاش) وہ کیوں نہ ایسا مشورہ دیں۔ ہم گذشتہ سیمینار میں خاندان بیوی کے تعلقات پر مفصل لکھ آئے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ ۴۴ تا ۴۷، مگر مہاشہ مخالف بے سوچے سمجھے استہزاء سے لکھتا ہے:-
عائشہ اپنی گڑبالیوں ساتھ لائی، تریپن سال کے نوشتہ بھی کبھی کبھی اپنی اس ہونہار بیوی کی معصومانہ کھیلوں میں شریک ہو جاتے۔ تریپن سال کے بچوں کا بچوں کے ساتھ کھیلنا معیوب نہیں۔ لیکن کسی اور حیثیت میں ہونا چاہیے۔ خاندان کی حیثیت میں نہیں۔“ (رنگیلا صفحہ ۲۱)
کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور عائشہؓ کے ساتھ گڑبالیوں کھیلنا کرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ ان چالاکیوں سے آریہ سماج کے خیال میں فتحیابی کا پلاؤ پک رہا ہے۔

ایں خیال است محال است جنوں

علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ کوئی عقلی دلیل اس امر سے مانع ہے کہ خاندان بیوی

بیوی کی تفریح میں شریک نہ ہو (یہ جواب بعد نسیم واقعہ کے ہے) بحالیکہ آریوں اور ہندوؤں کے مسلمہ کردمنوجی دھرم شاستر کے بانی راجہ کو اجازت دیتے ہیں۔
”راجہ کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہا کرے۔“ (باب شلوک ۲۲۱)
مہاشہ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی نسبت دو الزام عجیب افترار کیے ہیں۔

- (۱) انک عائشہ جو اسلامی کتابوں میں خاص کر قرآن شریف میں مردود ہے، اس کی صحبت کی طرف اشارہ کر کے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا۔
- (۲) صحابہ کرام کے زمانہ میں مسلمہ خلافت پر جو لڑائی ہوئی اس میں بھی عائشہ کو بھی ذلیل بنا کر تعدد و ازدواج کو باعث تباہی اسلام بتایا ہے۔ چنانچہ مہاشہ مخالف کے نامہ مذہب الفاظ یہ ہیں:-

”محمدؐ کی بیٹی فاطمہ، مانی خدیجہ کی یادگار فاطمہ علی سے بیاہی ہوئی تھی اور فاطمہ کا خاندان اپنا داماد علی ہے، اور حضرت بی بی عائشہ سے محمدؐ کے حکم کو جانے لکھتے ہیں خانہ جنگی کی بنیاد پڑ گئی۔ اس خانہ جنگی نے محمدؐ کی تائید کے بعد اسلام کی تاریخ کو متواتر تخریریں کی تاریخ بنادیا۔“ (صفحہ ۲۲)
معلوم نہیں مہاشہ جی کو لکھتے ہوئے کوئیں پانڈول کی لڑائی کا نقشہ سامنے آگیا یا ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے وارثوں کی جنگ دکھائی دی۔ خدا جانے یہ سبکی سبکی باتیں کیوں کرنے لگ گئے ہیں تو کسی اسلامی کتاب میں یہ نقشہ خانہ جنگی کا دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں ہم مانتے ہیں کہ خلافت پر لڑائی ہوئی۔ مگر اس کا سبب یہ نہ تھا جس کا مخالف نے منصوبہ گھڑا ہے۔ بلکہ سیاست میں اختلاف رائے تھا۔ ہاں شہرِ قول کے متعلق جواب خود قرآن مجید میں مذکور ہے:-
أُولَٰئِكَ مَبْعُوثُونَ مِمَّا قَتَلْتُمْ
(عائشہ وغیرہ پر جو افترار اور بتان لگایا گیا ہے وہ اس سے پاک ہیں)
مخالفوں کا الزام اگر ملزم پر دھبہ لگا سکتا ہے تو تم کو یاد ہونا چاہیے کہ تمہارے سوامی شردھاندر پرتال ہی میں جو الزامات عین وغیرہ باغیوں کے لگائے گئے ہیں

زانہ ایک رقم ہزار کی دوسری رقم عن کرنے کی بابت کس دائرہ کے اس کو ایک نزم کی حیثیت میں پیش کیا تھا اور اس پر پھرے اجلاس میں فیروز الزام بھی لگائی گئی تھی کہ

(۱) "یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ کوئی پبلک فنڈ اس کے سپرد کیا جائے۔"

(۲) "یہ شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو ذمہ داری کا عہدہ دیا جائے کیونکہ معمولی اختلاف رائے ہونے پر بھی یہ شخص کو پہنچانے اور جھوٹے الزام لگا کر بدنام کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔"

جب مذکورہ بالا عن کا کس اس پر چلا تو یہ ان دنوں گروکل کا کھڑکی کا مکھیہ ادھشتا تھا اور اس کے ساتھ ایک پارٹی تھی اس وقت تو یہ کہہ کر اس نے جان بچائی تھی کہ وہ وہ یہ کسی شخص کو دے رکھا ہے۔ بیان دونوں ہزاروں کا ترصد راجھی تھا۔ اس کا ترصد آمانے کے لیے اس کی کتاب میں سے ایک آریہ کمیٹی قائم ہوئی تھی لیکن کئی سال کے بعد جب وہ عن شدہ روپیہ وصول نہ ہوا اور خود اس کی پارٹی والوں کو معلوم ہو گیا کہ پندرہ ہزار سے زائد روپیہ یہ شخص خود ہی کھا گیا ہے تو اس کی لڑائی بھی اس سے منحرف ہو گئی۔ تب اس نے گھبرا کر اپنی پولی ظاہر ہوتے دیکھ کر ایک شخص سے یہ صلاح کی کہ:-

"دھرم کے کاموں میں تو روپیہ کا حساب پوچھا جاتا ہے۔ لیکن پولیٹیکل کام میں بڑی عزت ہے کوئی حساب کتاب پوچھتا ہی نہیں۔ اس لیے میں تو سیاسی ہو کر پولیٹیکل کا شروع کر دوں گا اور تم بھی میرے ساتھ ہونا چنانچہ تم کو بیساکھو سے ۱۹۱۱ میں بغیر گورنر کے خود دوسرے فنڈ ڈاکٹر اور گیروے کوپڑے کر کے اپنا نام شردھانہ خود ہی رکھ کر شادشروں کے طریقہ کے خلاف سیاسی بن گیا اور روپیہ کمانے کے لیے دہلی کو تجارتی شہر دیکھ کر اس نے اڑا جایا۔ جس مذکورہ بالا شخص سے

کیا وہ بھی صحیح ہیں؟ جن سے بطور نمونہ ایک اشتہار سرج ذیل ہے:-

شردھانہ کی شرمناک اخلاقی موت

روپیہ کمانے کے لیے سیاسی ہونے کی حقیقت (پبلک فنڈوں کا حساب پوچھنے پر پارٹی گالیاں)

"م نے شردھانہ سے اخبار الیشیا دہلی میں کئی قومی فنڈوں کے حساب کا مطالعہ کیا تھا۔ جس کے جواب میں اس کی طرف سے اس کے تیج اخبار میں میں فنش گالیاں دے کر اپنی خانہ دلی تنزیب کا ثبوت دیا گیا ہے اور جو حساب دیا گیا وہ سخت مشکوک اور جعلی ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شردھانہ نے قومی فنڈوں کا بہت سا روپیہ معتم کیا ہے۔ ان جوابات سے شردھانہ کی اخلاقی موت ہو گئی اب وہ تنگ آ کر ہمیں کئی ذرائع سے بدنام کر رہا ہے اور اپنے چیلوں کو ہمارے برخلاف آمادہ کر رہا ہے۔ لیکن ہم اس کو آگاہ کرتے ہیں کہ آجکل خرد کا زمانہ نہیں ہے اگر کسی موقع پر چار بال بھی بیجا ہو تو شردھانہ تنہا اپنے چیلوں کے بڑے گھر میں نظر آئے گا۔ ایسی دھمکیاں دے کر وہ قومی فنڈوں کا روپیہ اگلنے سے بچ نہیں سکتا۔ اب ہم مجبور ہو کر پبلک سے یہ بتلاتے ہیں کہ یہ شخص سیاسی کیوں ہوا؟ ہم جو کچھ بھی لکھیں گے۔ ہر ایک بات کا کافی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ واقعات یہ ہیں کہ ۱۹۱۱ء میں سب سے پہلے آریہ سماج کالج پارٹی والوں نے بسوڑتی شیر پنجاب لالہ حیرت رائے جی اور ماتا منہراج جی اس شخص پر قومی فنڈوں کے عن کرنے کا الزام لگایا تھا یہ ہر دو اصحاب معمولی آدمی نہیں ہیں۔ نال بعد ۱۹۱۱ء میں کئی دفعہ معززین نے آریہ پر ترقی مذہبی سماج پنجاب میں اس شردھانہ (سابق منشی رام) پر چودہ ہزار

(۲) پولیٹیکل کام اچھوڑ کر شروہانند نے شُدھی کا کام شروع کیا۔ اس سلسلہ میں بھارتیہ شُدھی سبھا آگرہ سے شروہانند کا نو ہزار روپیہ لینا بیجا تاج میں راج میں راج ہے اور تیلایا ہے کہ صوبہ دہلی میں اس روپیہ سے شروہانند نے ایک ہزار کے قریب شُدھیوں کیس اور دہلی کے ماتحت ۲۵ اپڈیشک کام کرتے رہے؛ کیا دہلی کا کوئی شخص بنا سکتا ہے کہ ۲۵ اپڈیشک ہوتے ہوئے دہلی میں شُدھی پرانی کے کس قدر لکھ پورے اور کیا ایک ہزار شُدھیوں صوبہ دہلی میں کہیں ہوتی ہیں؛ کیا شروہانند اس نو ہزار روپیہ کے خرچ کی تفصیل اور ۲۵ اپڈیشکوں کے نام مع پتہ بتلا سکتے ہیں؟

(۳) شروہانند مفصل مع نام و پتہ کے بتلائے کہ شہر دہلی سے اس نے شُدھی سبھا کے لیے کس کس سے کس قدر روپیہ بطور چندہ لیا ہے اور وہ کہاں خرچ ہوا؟

(۴) اخبار تیج کے لیے بھی شُدھی سبھا سے کس قدر روپیہ لیا ہے اور کیوں لیا ہے؛ کیا تیج کے سروتن پر اپنا نام اس کی سرپرستی پر لکھوانا پبلک کو صریح دھوکہ دینا نہیں ہے؟

(۵) ہندو سنگٹھن کے لیے شروہانند نے دودھ کیا تھا۔ اس دورہ میں کس قدر روپیہ جمع کیا ہے اور وہ روپیہ کہاں ہے؛ اور ہندو سنگٹھن کا شور مچانے پر اس نے اس کا کس قدر کام کیا ہے؟

(۶) شروہانند کی دلت ادھار سبھا میں پارسال ایک اخبار کی تحریر کے مطابق سات آٹھ ہزار روپے آئے تھے جو پارسال ہی نہ معلوم کرنے اچھوڑوں کے کاموں میں خرچ کئے گئے۔ نومبر ۱۹۲۲ء میں ایک خبر شائع ہوئی تھی کہ اس روپیہ کے خرچ کے کاغذات شروہانند کے داماد ڈاکٹر سکھریو کے دوانی خانہ میں جہاں اس سبھا کا دفتر بھی تھا موجود

صلاح کی تھی اس کو دھوکہ دے کر اس کا تریبا چار ہزار روپیہ اس نے مضم کر لیا یہ دھوکہ بازی دیکھ کر وہ شخص اس سے الگ ہو گیا۔ وہ شخص دہلی میں ہی رہتا ہے۔ شروہانند کے انکار کرنے پر ہم پبلک کو اس کا نام بتائیں گے۔ سنیاسی ہونے کے بعد شروہانند نے خوب جہاں چھلایا گدھول میں قحط پڑنے پر گڈوال ریلیف فنڈ کھولا اس میں اس کے پاس روپیہ کس قدر آیا تھا اور کس قدر روپیہ کس طرح خرچ ہوا تھا یہ بتلاتے ہوئے گھبراؤ، کہا گیا تھا کہ باقی ۲۸ ہزار روپیہ بچا یا تھا ہم نے اس کا حساب دریافت کیا تو شروہانند نے اپنے اخبار تیج میں مکینہ گالیوں کے ساتھ اس کا جواب ایسا مشکوک دلایا کہ وہ منہ ایڈیٹیج کے جلسہ سازی میں پھنس گیا۔ یعنی پہلے تو ۲۸ ہزار روپیہ باقی تھا کہ اس کا حساب (بلا ثبوت) بتلادیا۔ جب ہم نے لاکر کھولا تو دیکھا کہ شروہانند نے اپنے لٹو کے اندر کو اس فنڈ سے جو پانچ ہزار روپیہ نامائز طریقہ سے پریس اور اخبار جاری کرنے کو دیا تھا۔ وہ کہاں؟ تو دروغ اور حافظ بنا شد کے مصداق تیج ۱۳ ماہج میں گھبراہٹ میں لکھ ڈالا کہ۔

”وہ پانچ ہزار روپیہ پریس میں لگا دیا تھا۔ لیکن وہ اچھی کھاتہ میں پڑا ہوا ہے اور وہ شری مالوی جی کو دینا ہے“ شری مالوی جی ان دنوں دہلی ہی میں تھے مگر ان کو یہ روپیہ نہیں دیا گیا اور اچھی کھاتہ میں ہی پڑا ہوا مضم ہو جائے گا۔ لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو ۲۸ ہزار کل باقی روپیہ کا حساب تیج میں بتلا دیا گیا تھا پھر یہ پانچ ہزار کہاں سے نکل آیا اور اس طرح ۳۳ ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ لہذا صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ حساب جعلی ہے اور یہ جلسہ سازی دھرم اور قانون کے خلاف ہے۔ گویا ایک فنڈ کے ایک ہی حساب میں ہم نے شروہانند کو قومی طرز کی حیثیت میں قوم کی سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ ابھی وہ اس فنڈ کے تمام خرچ کردہ اور باقی ماندہ کا مفصل حساب پیش کرے تو کسی گمراہی سے گھر پڑے گی۔ اب ہم دیگر فنڈوں کا ذکر کرتے ہیں۔

طرح شروہا نذ گھری میں وہ روپیہ بھی معزم کرنا چاہتا ہے اور وہ ساڑھے چھ ہزار روپے کس سمجھا کا تھا اور شروہا نذ نے کہا کہ پھر خرچ کیا ہے؟
 (۱۱) پنڈت کشی نارائن جی شاستری دہلی سورگباشی کے کئی ہزار روپیہ شروہا نذ نے وعدہ کر کے شدمحی کے کام میں خرچ کر دیتے تھے کہ یہ روپیہ بعد میں شدمحی سمجھا سے دے دیئے جائیں گے۔ لیکن بعد میں پنڈت جی کو کورا جواب دے دیا۔ پنڈت جی نے شدمحی کے لگن میں دشواش لگھائی شروہا نذ کے کہنے میں اگر اپنی دھرم تپنی کے زیورات تک فروخت کر کے لگا دیتے تھے کیا پیسے کے بھوکے شروہا نذ نے پنڈت جی کے وہ کئی ہزار روپیہ اپنے حساب میں دکھا کر شدمحی سمجھا کے حساب سے خود معزم تو نہیں کر لے؟ پنڈت جی سے یہ دشواش لگھات کر کے شروہا نذ نے مہا پاپ اور اخلاقی جرم کیا ہے۔ شروہا نذ ان کو اپنا ہی پاپ چھپانے کے لیے ہمیشہ بدنام کرتا رہا ہے۔

(۱۲) شروہا نذ جب سنیاسی ہو تھا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا اور لاندہ پڑھتا تھا۔ وہ بھی ناوار تھا اور جن اور تہج انبیاوں کے خرچ اور شین پر نہیں لگانے میں ہزاروں روپیہ وہ کہاں سے لایا ہے؟ اور اس قدر بڑے بڑے مکانوں کا کرایہ وہ کہاں سے دیتا ہے؟ کیا اس پر ٹیکس پر مان (ثبوت یعنی) کا کوئی جواب ہے اور کیا اپنے وطن جالندھر میں اس نے مکانات تو نہیں بنوائے؟ اگر بنوائے ہیں تو وہ روپیہ کہاں سے آیا؟

(۱۳) آریہ سماج کا اتنا س لکھنے کے لیے شروہا نذ نے کئی سال ہوتے دورہ لگایا تھا۔ کیا اس دورہ سے بھی کچھ روپیہ جمع کیا تھا؟ اگر کیا تھا تو وہ کہاں؟

(۱۴) شروہا نذ نے فریہ کمانے کے لیے ایک اور اتیا چار اور شیطنت کا معظ بنا رکھا ہے جہاں ٹورنوں کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کیا جاتا ہے اس کو لکھتے ہوئے ہمارا قلم رکتا ہے کہہ دیکھ ان حالات کے ساتھ شروہا نذ کے لڑکے اٹھ کی بیوی دیارتی کا بھی ذکر آتا ہے۔

تھے۔ کوئی چور رات کو آکر کاغذات کو جلا گیا۔ شروہا نذ نے ہمارے پوچھنے پر بیچ پر اس کا ذکر کرایا ہے۔ مگر دولت ادھار سمجھا کے فنڈ کا مفصل حساب دینے کا نام تک نہیں لیا۔

(۷) شروہا نذ نے شدمحی کا کام بھی اپنا مطلب پورا کر کے چھوڑ دیا اور اچھوتوں کا کام مذکورہ دولت ادھار سمجھا کے نام سے شروع کر دیا اور اس خانہ ساز سمجھا کے لیے ۲ لاکھ کی اپیل کر کے شروہا نذ نے پچھلے دنوں ہی کا عٹیا وارڈ اور مٹی وغیرہ کئی جگہ دورہ کیا تھا۔ لیکن اب تک اس نے ظاہر نہیں کیا کہ ان ٹورنوں سے اس کو کس قدر روپیہ ملا۔ کیا اس سمجھا کا پہلا ادراپ کا سب روپیہ معزم؟ اس سمجھا کا پڑھان خود شروہا نذ ہے اور سکرٹری اس کا داماد سکھ پو ہے گویا گھری کی سمجھا ہے۔ شروہا نذ گھری میں بیٹھ کر جب چاہتا ہے روپیہ کمانے کے لیے کوئی نہ کوئی سمجھا بنا لیتا ہے۔ کبھی سمجھا کے نام سے اس کو کوئی نہ شخص روپیہ وغیرہ نہ دے۔

(۸) شروہا نذ نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ ایک شخص نے اچھوتوں کے لیے ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار دیا ہے شروہا نذ یہ بتائے کہ یہ روپیہ کس سے اور کس راہ سے اس کو ملتا ہے اور کہاں خرچ ہوتا ہے؟

(۹) گنور کھشاسب کیٹی کے روپیہ کا بھی مفصل حساب نہیں بتلایا اور نہ باقی ماندہ روپیہ بندر ماسمجا بندس کو بھیجا گیا وہ گھنٹو مانتا کی رکشا کار روپیہ بھی معزم؟
 (۱۰) دہلی کے ایک جلسہ میں ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو شروہا نذ نے کہا تھا۔ کہ ایک سمجھا کا ساڑھے چھ ہزار روپیہ تھا۔ کچھ مختلف کاموں میں خرچ ہو گیا اور ایک بندر باقی ہے وہ میں بندر سمجھا دہلی کو دے ڈل گا۔ ازل بعد ۲۴ جنوری ۱۹۲۲ء کو شروہا نذ نے اپنے مکان ہی پر فضیلہ کیا تھا۔ جو اخباروں میں کھل چکا ہے۔ کہ بندر سمجھا کا کار دہلی سے باہر کرنے کے لیے اندرائیڈیز ارجن اور دیش بندھو ایڈیٹر تہج کو روپیہ ماہوار دے دیا جائے، کیا اس

۱۱۵) شروہا نند نے روپیہ کے لالچ میں سنیاسی ہو کر پولیٹیکل کام شروع کیا تو اظہارِ مشیخت کرنے پر قید ہو گیا اور مشہور ہے کہ کوئی خاص معاہدہ کر کے قید سے رہا ہوا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ رہائی کے بعد اس نے پولیٹیکل کام کو ہاتھ لگ نہیں لگایا اور ہندو مسلمانوں اور ہندوؤں اور ہندوؤں میں بھی ناپاتی پیدا کر رہا ہے۔ بلکہ کانگریس اور پولیٹیکل لیڈروں کی بھی مخالفت کر رہا ہے حال میں اس نے مہاتما گاندھی کے خلاف بھی سخت حملہ کیا ہے۔ جن کی جو تیاں اٹھانے کے بھی یہ قابل نہیں ہے۔ یہ دوسرا بے چند راکھو رام ہندو قوم اور تمام اہل ہند کے لیے مارا آستین اور غلبی گھونسا ہے۔ اس سے اور اس کے اخباروں سے لوگوں کو بچنا چاہیے۔ اخبار بندے مانتے نہیں۔

نے بھی اس کو بہت پھسکا رہا ہے۔ اس شخص نے قومی فنڈوں کا نہ معلوم کس قدر روپیہ کھایا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شروہا نند کا کوئی کام بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ روپیہ تو زیادہ تر یہ کھا گیا۔ باقی صرف نمائش رہی۔ ہم ملک کو ہوشیار کرتے ہیں کہ کوئی شخص گیدے کے پٹروں کے دھوکے میں نہ لگے۔ اس کو کام کے لیے بھی روپیہ نہ دے ورنہ ایسے لوگوں کو دان دیتے والے شخص بھی شائستوں کے مطابق پاپی ہوتا ہے۔ اس نے ارجن اور تیج دونوں خبا اسی لیے جاری کر رکھے ہیں کہ ان کے ذریعہ شور و شہ پھیلا کر روپیہ پیدا کیا جائے اور اگر کوئی شخص شروہا نند سے قومی فنڈوں کا حساب پوچھے تو یہ دونوں اس کو گالیوں دے کر بزنام کرنا شروع کر دیں۔ پبلک کو ان اخباروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔

نوع ٹ: ہم اخبار لیتے ہیں کچھ چکے ہیں کہ اگر شروہا نند چند معزز لیڈروں کو تجویز کرے تو اس کے سامنے ہم یہ تمام معاملات اس کے دورِ رویش کرنے کو تیار ہیں۔ غرض ہم نے ایک ضروری قومی خدمت ادا کرتے ہوئے اس قومی مفاد کو قوم کے سامنے اس کی اصلی روپ میں کھڑا کر دیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قوم اس کو اور اس کے اخباروں کو کس قسم کی قومی سزا دیتی ہے۔ شروہا نند کمین آریہ سماجی بننا ہے اور کہیں سائق دھری کہہ کر اپنا مطلب نکال لیتا ہے۔ دراصل یہ قوم کا کھتری اور آریہ سماجی ہے لیکن بکثرت آریہ سماجی بھی اس سے ان حرکات کے باعث ناراض ہیں۔

سنیاسی ہو کر بھی اپنے لڑکے ابھرا اور پوتوں کے ساتھ رہتا ہے۔ باہر جا کر نہ معلوم کیا کہتا ہے۔ شروہا نند نے اپنا اوسیدھا کرنے کے لیے اپنے اخبارات شیخ اور ارجن کے ذریعہ ملک میں سخت کش مکش پیدا کر رکھی ہے۔ چند روز ہوئے ان حرکات سے تنگ آکر مہاتما گاندھی کو علانِ شائع کرنا پڑا تھا۔ تب ہی سے شروہا نند اور اس کے اخبارات نے مہاتما جی پر حملہ شروع کر دیا ہے۔ اسی طرح یہ ہر دو تیج اور ارجن اخبارات اس

شورشِ انگریزی کے علاوہ ہندو قوم میں بھی باہمی نا اطمینانی کو بڑھا رہے ہیں اور قومی فنڈوں کے شعور بڑھانے اور شروہا نند کی دیگر حرکات پر قوم کو کمینہ دھوکہ بازی میں لاکر پردہ ڈال رہے ہیں۔ ہر طرف شروہا نند اور ان کے اخبارات پر سخت نفرت ظاہر ہو رہی ہے۔ شروہا نند اگر سچا آدمی ہے تو ہمارے اس اشتہار کا جواب دینے کے بول گھبراتا ہے۔ ہر شخص کا قومی فرض ہے کہ وہ ٹھنڈے دماغ سے اس اشتہار کو پڑھ کر غور کرے۔

راقم نپٹریج نارائن ارمان دہلی (ایڈیٹر روزنامہ اجلا لیشیا دہلی)

حالانکہ الزام عائد کا جواب تو اسی زمانہ میں دیا گیا۔ مگر اس اشتہار کا جواب آج تک ہم نے نہیں دیکھا۔ پس الزام عائد کا جواب وہی ہے جو قرآن مجید میں درج ہے۔ اسی ضمن میں مخالف معاشرے نے مسئلہ تعدد ازواج پر بھی مصححہ اڑایا ہے۔ اس کا جواب ہم اخیر سال میں دیں گے۔ انشاء اللہ۔

معاشرہ مصنف کو اس بات پر بھی ملین ہے کہ حضرت صدیق پر جو یہ جو یہ الزام

لگایا گیا تھا۔ قرآن میں اس کی تردید کیوں ہوئی؟ چنانچہ آپ نے اس رنج کا اظہار

جواب جاہلان باشد خموشی

اسی ضمن میں ماسٹرنے حضرت عائشہؓ کا ایک قصہ سروریم مہر کی تاریخ سے نقل کیا ہے جو باوجود معمولی ہونے کے مخالف اس میں رنگ آمیزی سے نہیں چونکا چڑھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

بیماری کے دوران میں محمدؐ قبرستان لگا گیا اور اپنے مرنے کا یقین پختہ کر کے گھر لوٹا۔ عائشہؓ بھی اتفاق سے اس دن دروس میں مبتلا تھی وہ کراہ کراہ کر کہہ رہی تھی "میرا سرا! میرا سرا!" محمدؐ مائل اُٹھے۔ عائشہؓ ایہ لفظ مجھے کہنے چاہئیں، "مگر من عورت نے شٹنا اور چپ ہو گئی۔ محمدؐ کو ظرافت سوجھی کہ "ہاں" عائشہؓ اکیلا تم پندہ کر وگی کہ تمہاری موت میرے جیتے جی ہوتی تاکہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کروں اور تمہاری قبر پر دعا کہوں؟ عائشہؓ نے ناک بھون چڑھا لی اور جواب دیا "یہ کسی اور کو سناؤ میں سمجھ گئی، میرے گھر کو مجھ سے خالی کرنے اور کسی اور حسن و جمال کی پتلی کو اس میں لالہ سنانے کی آرزو ہے" محمدؐ کو جواب کی فرصت نہ تھی طاقت نہ تھی، مسک کر کڑھال دیا۔ (حیات محمدی مصنفہ میو صاحب) (ریجیکل صفحہ ۱۲۶)

ریجیکلے مصنف نے اس میں بھی رنگ آمیزی سے کا لیا ہے۔ اصل واقعہ بہت مختصر ہے جو کورخ ابوالفداء کے لفظوں میں ہم پیش کرتے ہیں۔

روى عن عائشة رضى الله عنها	عائشہ صدیقہ کہتی ہیں ایک زمرے سے
انھا قالت جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وولى صداع	میں درختا میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر کہو
وانا اقول ولسا له صداع بل انا والله يا عائشة ولسا له شو	حضور خود بیمار تھے پھر بطور تسلی دینے کے
قال ماضى لك لومت قبل فقت	یہی عائشہؓ کو کہا تاکہ کیا نقصان ہے اگر تو میرے
	سائے مر جائے اور میں تجھے کفنائیں اور
	جنازہ پڑھوں اور دعا کروں۔ عائشہؓ نے

ان لفظوں میں کیا ہے۔

"سورہ نور میں رسول اور رسول کے خدا کا غم وغصہ اب تک مرقوم چلا آتا ہے بد زبان لوگوں کی زبانیں ان کے منہ میں گھسی ہوئی گئیں اب ضرورت ہوئی کہ حرم کو فحاشی کی جادو سے کیونکہ تالی دو ہاتھوں سے بچتی ہے۔ یہ حدیث بھی ائمہ میاں نے قبول کی۔ سورہ احزاب اتری۔

"اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پر پامنا سے ڈرتی ہو تو اپنے قول سے نہ پھرتا کہ وہ لالچ نہ کرے جس کے دل میں مرض آئے اور کہا گیا ہے قول معروف اپنے گھر میں رکھی رہو اور نہ دکھائی پھرد سنگار جیسے جاہلیت کے زمانہ کی عورتیں کرتی تھیں"

"آخر محمدؐ کا اپنی بیویوں کو آپ ستیہ و تویح کرنا بائنی زوجیت کے لوازمات کے خلاف تھا، ائمہ میاں، میاں بیوی دونوں کا بزرگ ہے۔ اس کو بیچ میں ڈالا اور جو چاہا کھلوا لیا۔" (ریجیکل صفحہ ۱۲۵)

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا ہر قول و فعل اور آپ کی خانگی زندگی امت کے لیے اسوہ حسنہ (نیک نمونہ) ہے۔ اس لیے اس خانگی واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں ہو کر صفائی کرنی ضروری تھی مگر بقول آریہ ماج پر مشور نے کیا کیا کہ وہ اپنے رشتیوں کے علاوہ ایک میاں بیوی کے کاموں میں دخل دیتا ہوا سوال کرتا ہے۔

"اے سیاہے ہونے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں بٹھے اور دن کہاں بسر کیا تھا، تم نے کھانا کہاں کھا یا تھا۔ وغیرہ۔"

ارگ وید، اشٹک اویسیائے، ورگ ۱۸، منتر ۲)

کیا ہی فضول اور بے خبری کے سوال ہیں، تم دونوں رات کو کہاں رہے تھے کیا خوب؟ کیا کوئی حیا دار مرد یا عورت رات کو رہنے کا جواب دے سکتے ہیں اسی لیے اس سوال کا جواب دید میں مذکور نہیں، غالباً سننے والوں نے شیخ صحابہ مرحوم کے مشورے پر عمل کیا ہوگا۔

دے کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں :-

لطیفہ حضرت خدیجہ عمر سیدہ عورت سے شادی پر بھی مخالف مقرر ہے کہ اتنی سن رسیدہ مائی سے کیوں شادی کی، چنانچہ ہاشمہ کے چھپتے ہوئے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں :-

”خدیجہ بیوہ تھی وہ بھی قریش یعنی محمد کی ہم قوم تھی۔ دو خاندانوں کے تھے۔

اُل اولاد والی تھی۔ بھلا محمد اور اس کی عمر کا کیا مقابلہ تھا؟“ (ریحان ص ۱۱)

حضرت خدیجہ کے بعد جب جوان عائشہ صدیقہؓ سے شادی کی تو اس کی خردسالی پر مقرر نہیں کیا سچ ہے :-

نہ از جوہ مردم رہد ز شست زو نہ شاہد ز ما مردم زشت گو

خیر اسی صنتی لطیفہ کے بعد ہم اصل بات پراتے ہیں۔

میاں بیوی کی عمر میں کیا تناسب ہو؟ اس کی بابت علماء دھرم شائستہ کے مختلف اقوال ہیں، ہندیلوں اور آریوں کے مسلمہ پیشوا منوجی اس بارے میں ہدایت فرماتے ہیں

”تیس برس کی عمر کا لڑکا اور بارہ برس کی دختر کا دواہ کرے یا جو بیس برس

کا لڑکا اور آٹھ برس کی لڑکی کا دواہ کرے“ (منوسمتی باب شادک ۱۴۳)

پس ایک شخص اپنے چوبیس سالہ لڑکے کی شادی کسی آٹھ سالہ لڑکی سے (جو وہ بھی دیکھ دھرم کی پابند ہو) کر دے تو دھرم شائستہ کے درودہ (مخالف) نہ ہوگی۔

حالانکہ آجکل کے مشاہدہ سے یہ امر مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ سالہ لڑکی بالغ ہو کر بیس سالہ جوان کی برداشت کر سکے۔ لاجرا یہ کہنا بڑے گاہک منوجی کے زمانہ میں آٹھ برس کی لڑکی اس طرح بالغ ہو جاتی ہوگی جس طرح آجکل بارہ سال کی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔

آٹھ اور بارہ کے درمیان ہے، دس ممکن ہے۔ درمیانی زمانہ میں جو کہ اسلام کا زمانہ ہے، دس سالہ لڑکی بالغ ہو جاتی ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے خود یہ فیصلہ آتا ہے کہ لڑکی جب نو برس کی ہو جائے تو بالغ ہے۔ کیونکہ وہ خود ایسی ہو گئی تھیں۔

عليك كفتك وصليت عليك و
دفتك قالت فقلت كاني بك
والله لو فعلت ذلك رجعت الى
بنتي و تحزيت ببعض نسائك
فتبسم على الله عليه وسلم
(جلد اول صفحہ ۱۵۱)

سروریم پیور صاحب نے اس مقام پر خود ہی تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے تاریخ طبری میں بھی یہ فقہ یونہی آیا ہے۔ فقط ایک لفظ کا فرق ہے۔ یعنی اس میں یوں ہے لو فعلت ذلك رجعت الى بنتي فاعرست ببعض نسائك، (جلد ۲ ص ۱۹) تاریخ الوافلار میں تعزیت اور طبری میں اعزست ہے۔ دونوں کے معنی ہیں۔ ”مرد کا عورت سے دل بہلانا۔“

کیسا صاف مضمون اور بیوی خاندان کا روزانہ دل بہلا دے۔ اسی لیے سرور نے بھی اسی عنوان کے ذیل میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا جواب ہم تمہید میں دے چکے ہیں۔ مگر بیوی خاندان کے تعلقات اور محبت آمیز تقریبات کو وہی جانتے ہیں جو تعلق رکھتے ہوں جن کی اپنی یا ان کے گویگی ساری زندگی اس قدر تعلق سے بے تعلق رہی ہو۔ وہ اس مذاق الفت کو کیا جانیں پنجابی مصرع ہے۔

تو کی جانیں سار عشق دی اونٹ چراولن ولا

کچا دانند حال ما سبکسالان ساحلما

صدیقہ کے نکاح پر سب سے اہم اکبر اعظم رض ان کی خردسالی ہے۔ چنانچہ مخالف کے چھپتے ہوئے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں۔

”محمد نے اس خردسال لڑکی سے جو عمریں اس کی پوتی تھی اپنی نسبت کیوں

عظرائی“ ص ۱۱۔

پس ساری مخالفت کی جان یہی اعتراض ہے اسی لیے ہم اسی کا جواب مفصل

دس سالہ عمر میں صدیقہ کا زفاف ہوا۔ چنانچہ مخالف نے صفحہ ۲۰ پر خود لکھا ہے بحکم دھرم
 شاستر آٹھ سالہ لڑکی کو چوبیس سالہ خاوند ملنا جائز بلکہ افضل ہے تو دس سالہ بالغہ کو تیرہ
 سالہ خاوند ملنے پر کیا اعتراض؟ ہاں اعتراض ہو سکتا ہے تو لڑکی کی چڑھتی طاقت اور
 خاوند کے بڑھتے صغف کا ہو سکتا ہے جس سے لڑکی کی خواہش کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ
 ہے۔ ہم اس اعتراض کی قدر کرتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ طاقت اور ناطقتی کے لیے
 عمر کا کوئی قانون نہیں۔ بہت سے مرچھوٹی عمر میں کمزور ہوتے ہیں اور بہت سے اخیر
 عمر تک بھی طاقتور رہتے ہیں۔ اس کی پہچان کس مرد میں قوت ہے یا نہیں۔ بہت
 آسان اور روشن دلیل سے یوں واضح ہو سکتی ہے کہ چھوٹی عمر کی بیوی اور بڑی عمر کے
 خاوند میں بعد نکاح غیر معلوم درجہ اگر لگا کر رہتا ہے تو سمجھو کہ بڑھا میاں کمزور ہے۔
 اور اگر دونوں میں محبت اور سلوک اچھا بلکہ بہت اچھا ہے تو سمجھو کہ بڑے میاں
 قابل ہیں۔ یہ ایک ایسی شناخت ہے کہ ہر ایک تجربہ کار خاوند اس کو صحیح جانے گا۔

اب تیقن طلب بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اور صدیقہ کے درمیان کامل
 محبت تھی یا نہیں۔ اس سے سائنس مخالف کو بھی انکار نہیں۔ چنانچہ اس کے مختصر الفاظ
 یہ ہیں :-

”محمد کے مرتے دم تک محمد کی گھر والی دل جان کی مالک ہمراہ عائشہ تھی۔
 دوسری شہادت ہمارے بڑے بھائی پنڈت کالی چرن کی ہے۔ جو بڑی رسالہ
 ”دھرتی چرن لکھتا ہے۔“

”عائشہ بھی محمد صاحب پر عاشق تھی۔“ (ص ۱۶۵)

اسی بڑے بھائی نے بحوالہ مدارج النبوة لکھا ہے کہ :-

”حضور علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے برابر طاقت تھی۔“ (ص ۱۶۷)

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رجولیت (مردانہ طاقت) کا اعتراف
 خود مخالفوں کو بھی ہے تو پھر ایک نوع لڑکی سے شادی کرنا کونسی عقلی یا نقلی دلیل کے
 خلاف ہے۔

چیلنج کا جواب

پنڈت کالی چرن نے اپنے رسالہ ”دھرتی چرن“ کے صفحہ ۱۶۷
 پر مسلمانوں کو چیلنج دیا ہے کہ ۹ سالہ لڑکی سے تیرہ سالہ لڑ
 کی صحبت کی طبی اصول پر صحیح دکھائیں۔ غالباً ان کا خیال ہے کہ آتی عمر کی لڑکی نابالغہ
 ہوتی ہے۔ اس لیے عائشہ صدیقہ بھی نابالغہ ہوگی۔ ہم اصولاً ان سے متفق ہیں، کہ
 نابالغہ لڑکی سے ملاپ صحیح نہیں مگر ۹-۱۰ سالہ لڑکی اگر نابالغہ ہو تو آٹھ سالہ کیسے بالغہ
 ہوگی۔ جس کو چوبیس سالہ نوجوان طاقتور کے حوالہ کیا جاتا ہے دیکھو منوجی کا حوالہ مذکور آپس
 اگر آٹھ سالہ لڑکی کا چوبیس سالہ جوان سے ملاپ درست ہے تو دس سالہ لڑکی کا تیرہ سالہ
 بڑھے سے ملنا کیوں نادرست ہے؟ خاص کر اس حال میں کہ دس سالہ لڑکی بالغہ ہو تو تیرہ
 سالہ طاقتور پیر نوجوان۔

سماجیوشیشہ کا گھر بنا کر دوسرے پر پتھر برسانا۔

کہو جی کونسا دھرم ہے!

منوٹ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے زفاف کے متعلق بعض علماء
 مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ ممدوحہ کی بابت جو ۹-۱۰ سال میں
 حضور کے گھر میں آنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے مراد خاوند سے ملاپ نہیں بلکہ محض رخصتی
 ہے۔ اس دعوے پر انہوں نے بہت سے حوالہ جات لغوی اور کتابی پیش کیے ہیں مطلب
 ان کا یہ ہے کہ حضور کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت
 سودہ خانداری کی ذمہ داری تھیں جو بہت بڑی بوڑھی اور لحیم و شیم ہونے کی وجہ سے
 انتظام نہیں کر سکتی تھیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی ضروریات
 ناممکن رہ جاتیں اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے عائشہ کو رخصت کیا تاکہ حضور کو خانگی
 امور میں تکلیف نہ ہو۔ ملاپ کی عمر وہی ہے جو عموماً بالغ لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ یہ مضمون
 ان کا مع بعض علماء کی تائیدات کے اخبار اہل بیت نومبر ۱۹۶۲ء کے پرنچوں میں
 چھپتا رہا پس اس تحقیق کے مقابلہ میں کوئی اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔



وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ
يَهْدِي السَّبِيلَ اَدْعُوهُ
لَا يَبْرَهُمْ هُوَ اَقْسَطُ
عِنْدَ اللّٰهِ فَاَنْ لَّمْ
تَعْلَمُوْا اِلٰهًا فَاَحْسَبُوْا
فِي الدِّيْنِ -

(پ ۳۱، ۱۱)
کیسی نچرل تعلیم ہے کہ جس کو قدرت نے نہیں جوڑا، تم اس کو قدرتی کی طرح مت سمجھو بلکہ اس کے اصل سے اس کا لاپ نگاہ کرنے کو ان کی اصل ولدیت سے بلایا کرو۔

یہ نقلی تعلیم اتنی بڑی رسم قبیح کی اصلاح کے لیے کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے خدا نے مثال قائم کرنے کے لیے اسی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا جس کا نام قرآنی اصلاح میں اسوۂ حسنہ رکھا گیا ہے۔ آنحضرت کو زید بن حارثہ سے بہت محبت تھی۔ یہاں تک کہ رسم کلی کے مطابق (منع سے پہلے) لوگ اس کو زید ولد محمد کہتے تھے۔

اس زید کا زاد غلام کا نکاح بھی حضور نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک بڑی طرف لڑکی زینب سے کرادیا تھا جو حضور کے اہتول میں پلی تھی۔ مگر اتفاق سے میاں بیوی میں سو مزاجی پیدا ہوئی جس کی اثر یہاں تک پہنچی کہ میاں نے ارادہ کر لیا کہ میں اسے چھوڑ دوں جو بچہ یہ عقد نکاح حضور علیہ السلام نے بڑی کوشش سے خود کر لیا تھا۔ اس لیے آپ نے زید کو بہت سمجھایا مگر وہ زمانہ میاں تک کہ اس نے زینب کو طلاق دے دی۔ اس سارے قصے کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات میں ملتا ہے جو یہ ہیں۔

اِذْ تَسُوْلُ لِيْذِيْ اَنْفَسُو
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْفَعْتُمْ عَلَيْهِ
اَمْسِكْ عَلَيْهِ نَوَجَّكَ

(اسے پھینک دو، بات کو یاد کرو گا جب تم اس سے
کو سمجھاتے تھے زید بن حارثہ کو جس پر اللہ
نے اپنا احسان کیا اور اس کو اس کی توہین دی)

حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا

زباں پر باز خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کی لیے مخالف نے صفحہ ۲ سے صفحہ ۳ تک کوئی بات قابل جواب نہیں لکھی صفحہ ۳۱ پر حضرت زینب کے نکاح کا ذکر کیا ہے مگر وہی بازاری ٹھٹھا محمول جس کا کوئی ثبوت معتبر اسلامی کتابوں سے نہیں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس قصہ کے متعلق موافقین اور مخالفین نے بہت سی بے اعتدالیوں کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس قصہ کو بے اعتدالیوں سے الگ کر کے اس کا اصل جوہر سلیک کے سامنے لائیں گواس سے پہلے بھی ہم اپنی متعدد تصانیف میں ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن آج اس کو خاص صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ملک عرب میں ہندوستان کی طرح دستور تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کے لڑکے کو متبنیٰ (رے پاک، بنا لیتے) اس کو مثل اپنے صلی بیٹے کے جانتے اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ اس متبنیٰ کی بیوی کو مثل سگی ہو کے سمجھتے، چونکہ یہ رسم قانون قدرت کے خلاف تھی۔ کیونکہ باپ بیٹے کا تعلق بیچ اور درخت کی طرح قدرتی ہے جو متبنیٰ میں نہیں پایا جاتا۔ متبنیٰ کو مثل صلی بیٹے کے جاننا قانون قدرت کے برخلاف صریح اور ریم قبیح ہے۔ پندرہ اسلام جن رسومات قبیح کی اصلاح کرنے کو آئے تھے۔ ان میں ایک رسم یہ بھی تھی جس کو رسم متبنیٰ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک عام اور مقبول رسم تھی۔ اس لیے اس کی اصلاح بھی صرف زبانی وعظ و نصیحت سے نہیں ہو سکتی تھی بلکہ وعظ و نصیحت کے علاوہ مثال کی بھی محتاج تھی۔ چنانچہ اس کی اصلاح کے لیے دونوں طریق اختیار کیے گئے وعظ و نصیحت تو ان عقول میں فرمایا گئے۔

مَا جَعَلَ اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ
ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ

خدا نے تمہارے لے پاکوں کو تمہارے
بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے منہوں کی باتیں ہیں

وَأَتَّقِ اللَّهَ وَتَخَشَّ فِي نَفْسِكَ
مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخَشَّى
الْمَنَاسِيحَ وَاللَّهُ أَحَقُّ
أَنْ تُخَشَّهَ فَلَمَّا قَضَى
نَيْدَهُ مِنْهَا وَطَرًا
زَوَّجَهَا لِبَكِيِّ لَا
يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
حَرَجٌ فِي أَرْوَاحٍ
أَدْعِيَا لَهُمْ إِذَا قَضَوْا
مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ
أَمْرًا لِلَّهِ مَفْعُولًا

اور تم بھی اس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی
بی بی زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے
اور انڈے ڈراں کو چھوڑ نہیں اور تم اس
بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جبکہ
راخو کار اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم اس
معاظے میں لوگوں سے ڈرتے تھے اور
خدا اس کا زیادہ سنی دار ہے کہ تم اس سے
ڈرو۔ پھر جب زیباں (عورت) سے ملے تعلق
کر چکا (یعنی طلاق دے دی اور عدت کی
مدت پوری ہو گئی تو تم نے تمہارے ساتھ
اس عورت کا نکاح کر دیا تاکہ دعاء مسلمانوں
کے لیے پالک حبیبی بیبیوں سے بے تعلق
ہو جائیں تو مسلمانوں کے لیے ان عورتوں کے

جب آیت ۲۲

نکاح کر لینے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔ اور خدا کا حکم تو ہرگز رہے گا۔
ان آیات میں ایک لفظ زَوَّجْتُکُمْکُمْ آیا ہے جو قابل غور ہے۔ اس میں تنگ
نہیں کہ بہت سے مسلمان مصنفوں سے بھی اس میں کوتاہی ہوئی ہے کہ انہوں نے اس
لفظ سے یہ سمجھا ہے کہ حضور کا یہ نکاح زمین پر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمان پر ہوا تھا اور بس۔
حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ باقاعدہ نکاح ہوا۔ زینب کا بھائی ابوجہد اس کی طرف سے ولی
بن کر شریک مجلس ہوا۔ چنانچہ تاریخ ابن ہشام کے الفاظ اس واقعہ کے متعلق یہ ہیں۔
تزوج رسول الله صلى الله عليه
وسلم وزینب بنت جحش وزوجه ابی
اخوا ابواحمد بن جحش واصدقها
رسول الله صلى الله عليه وسلم

مائتہ درحد۔ کو چار سو درہم مہر دیا۔

(ص ۲۲۲ بر حاشیہ رزوالعاد مصری)

پس اس شہادت واقعہ کو ملحوظ رکھ کر آیت (زوجینکھا) کے یہ معنی ہوئے کہ
تمہم (خدا نے تجھے (اسے نبی) اس (زینب) کے نکاح کی اجازت دی، تاکہ قبیح رسم
متبہنی کی اصلاح ہو سکے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت زینب فخریہ کی تین بی بیوں کے نکاح آسمان پر
ہوا ہے۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ فخریہ بنتا کہ خاص ذکر کر کے نکاح کی اجازت بالفاظ
قرآن کی دوسری بیوی کو نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور نے زینب کے نکاح کا ولیمہ وغیرہ
رسم نکاح جو ادا کیا ان کا ثبوت کثرت سے روایات میں ملتا ہے۔ پس واقعہ آتا ہے
کہ اس رقم قبیح و متبہنی مثل اولاد ہونے کو مٹانے کے غرض سے یہ مثال قائم کی گئی۔ چنانچہ
خود قرآن مجید میں اس کی حکمت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

لِيَكُونَ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي
أَرْوَاحٍ إِذَا قَضَوْا
قَضُوا مِنْهُنَّ وَطَرًا
نکاح کی اجازت آپ کو اس لیے دی گئی
ہے کہ مسلمانوں پر ان کے بے پالکوں کی
بیویوں سے نکاح میں کوئی رکاوٹ نہ ہو جب
وہ بے پالک ان بیویوں سے اپنا تعلق قطع
کر لیں۔

یعنی اگر ایسا اتفاق پیدا ہو جائے تو نکاح حرام نہ جائیں۔ اس حکمت اور مصلحت
سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان اپنے متبہنی کی بیوی سے (جب و طلاق دے دے)
نکاح کر سکتا ہے تو کیا وہ مسلمان یہ کہنے کا مجاز ہے کہ اس عورت (بے پالک) کی بیوی
سے یہ نکاح آسمان پر ہو چکا ہے (نہیں) اگر کوئی مسلمان اس کا حوصلہ نہیں کر سکتا
نہ کوئی مفتی اس کا فتویٰ دے سکتا ہے بلکہ یہ فتویٰ ہے کہ بعد انقضائے عدت کے
باقاعدہ نکاح کرے۔

ہاں ہم ماننے ہیں کہ بعض تفسیروں میں یہ قصہ بول آیا ہے کہ:

لکھی ہے جس کا نام ہے ”دیپت جیون“ آپ نے وہی روش اختیار کی ہے جو عام طور پر آریہ سماجی مصنفوں خصوصاً تروید اسلام میں عیسائیوں کے مقلدوں کی ہے کہ بغیر کچھ اصل کتاب کے اور بغیر سمجھے اصل مضمون کے اپنے لفظوں میں واقعات بنا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دے کہ سچے دین اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام سے منحرف کرتے ہیں۔

آریہ سماج کی شکایت

اگر کسی کو اور طرح کی ہوگی۔ ممکن ہے کسی کو شدید حسد میں آنا جائز کاروائی کی ہو۔ یا کسی کو اعتراضات میں تلخ کلام کی جو لیکن ہمیں جو بڑی شکایت ہے وہ ان کی بے انصافی کی ہے۔ جو تعصب پر مبنی ہے خدا کو گواہ ہے کہ میں اپنی ذات سے کہتا ہوں۔ اسلام پر اعتراض سننے سے میں کبھی نہیں گھبراتا نہ ناراض ہوتا ہوں۔ نہ شکایت کرتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کو میں ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی مناظرہ کی کتاب پاتا ہوں جبکہ وہ بڑی فراخ دلی سے مخالفوں کے اعتراضات اور جواب دیتا ہے تو پھر مجھے ان کے اعتراضوں سے یوں سنج یا لالال ہو مجھے شکایت سے تو یہ ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماجی تقلید سوامی دیا تندا مسلم مفہوم سمجھنے سے پہلے قرآنی اور حدیثی الفاظ میں اپنا مفہوم داخل کر کے اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ گزشتہ واقعات کے علاوہ ناظرین مندرجہ ذیل واقعات نہیں، پنڈت کالی چرن اپنے رسالہ ”دیپت جیون“ میں حضرت ام المومنین زینب کے نکاح کی بابت جو الہ کتاب ”مدارج النبوتہ“ اور ”روضۃ الاحباب“ لکھتے ہیں۔

”محمد صاحب ایک دن زید کے گھر گئے اور بیٹے زید کی بہو کو ایسے کپڑوں میں دیکھا کہ اس کا حسن نہ چھپ سکا پیغمبر صاحب کی طبیعت نے جوش

سے کیا ہی اچھا ہوتا کہ مجھے بیٹے کے متنبے یا بے پالک لکھتے۔ مگر ایسا کہنے سے ان کا حقوق حاصل نہ ہوتا اور نادانوں کو قریب کیے دیتے چنانچہ آریہ سماجیوں نے ہندی میں ایک ڈیکٹ شائع کیا جس کا نا ہی انہیں لفظوں میں ہے یعنی بیٹے کی بہو سے بیاباہ کس قدر غلط روی اور دروغ بیانی ہے کہ بے پالکوں کو بیاباہ کہنا جس کے خاص کر اس قوم کے سامنے جو بیابندی قانون قدرت اور باطنی تعلیم مذہب ایسا کہنا جائز جاتی ہوں (داف بے ظلم) (منہ)

”حضور نے زینب کو دیکھا تو اس کے حسن کی وجہ سے پیاری معلوم ہوئی بلکہ آپ کے دل میں گھر گئی۔ زینب نے یہ ذکر اپنے خاوند زید سے کیا تو اس نے ناپسند کیا کہ ایسی عورت کو میں اپنی بیوی بناؤں۔ جس سے آنحضرت کو محبت ہو“

ہمیں تسلیم ہے کہ یہ روایت بعض تغیروں میں ہے مگر ساتھ اس کے اس کی تروید بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن وغیرہ میں اس روایت کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

هذا اقدام عظیم من قائلہ وقلہ معرفتہ بحق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبفضلہ وکیف یقال، راها فاعجبته وہی بنت عمته ولم یزل یراها منذ ولدت ولا کان التاء یختص بہن منہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو زوجہا لذیذ فلا یشک فی تنزیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یراها بلساکھا وهو یجب تطلیقہ ایہا لکذا ذکر من جماعۃ من المفسرین۔ (تفسیر خازن مطبوعہ مطبعہ دارالعلوم دہلی ص ۱۳۹)

ایسا کہنا کہ آنحضرت زینب کو دیکھ کر مخلوق اللہ کی طرف سے اس کی عظم معرفت کی وجہ سے نبوت پر محبت صلہ کیا ہے کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ زینب کو دیکھا اور آپ کو پسند آئی۔ حالانکہ وہ حضور کی بھوپھی زاد بیٹی تھی ہمیشہ حضور کو دیکھا کرتے تھے اور قریش آنحضرت سے پروردہ نہیں کرتی تھیں (پروردہ کا کلم زینب کے دوسرے کے بعد نازل ہوا تھا) حضور نے خود اس کا نکاح زید سے کیا تھا پس ایسے بیہودہ الزام لے کر سے کہ حضور زید کو زینب کے رکھنے کا کلم کرتے تھے اور دل میں اس کی طلاق چاہتے تھے حضور کی بریت میں شک نہیں ہو سکتا۔ یہ تزلزل بعض مفسرین سے منقول ہے۔

پنڈت کالی چرن کی دیانت اور امانت

یہ وہی پنڈت جی ہیں جن کا ذکر شروع سے آ رہا ہے کہ انہوں نے بھی حضور علیہ السلام کی زندگی کے حالات میں ایک کتاب بزبان ہندی (انگری،

کہایا اور مزے میں چلا اٹھے، سبحان اللہ مقرب القلوب زینب نے یہ بات سنی ان ہی کردی اور اپنے خاندان کو یہ بات بتائی (اس کے خاوند) زینب نے زینب کو طلاق دے دی اور پھر حضرت نے اس سے شادی کر لی، (ص ۱۶۷)

ہم نے ان دونوں حوالوں کے تلاش پنڈت جی کی بتائی ہوئی کتابوں میں کی تو ان میں اس قصہ کا ذکر اس طرح نہیں پایا بلکہ پنڈت جی کی پوری تردید پائی۔ چنانچہ ان کتابوں کی اصل عبارت مع ترجمہ نذرناظر کی ہے۔

پنڈت جی نے دو کتابوں (ملازم النبوه اور روضۃ الاحباب) کا حوالہ دیا ہے ان میں سے پہلی کتاب (ملازم) میں خود روضۃ الاحباب کا حوالہ دے کر اس کی عبارت نقل کر دی ہے۔ اس لیے ہم بھی روضۃ الاحباب ہی سے نقل کرتے ہیں۔ مصنف صوفی مذکور لکھتے ہیں۔

اصل عبارت

نقلت کہ آل سرور زینب را برائے زید خواستگاری نمودہ زینب پنداشت کہ برائے خودی خواہاں خطبہ را قبول نمود و چوں دانست کہ خواستگاری برائے زید بودہ ابا کردہ و سر باز و چہ زینب صاحب جمال و دختر عمہ آسخت رفت در و سے حدت و تندسی بودہ گفت یا رسول اللہ میں زید را نمی خواهم چرا کہ و سے آزاد کردہ ایست و در اور زینب عبد اللہ بن حبش دریں ابا با خواہتر متفق بود۔

روایت ہے کہ آسخت رفت نے زینب کو زید کے لیے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ زینب نے سمجھا کہ حضور نے اپنے لیے پیغام دیا ہے اس لیے اس نے پیغام قبول کر لیا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ زید کے لیے پیغام ہے تو اس نے انکار کر دیا کیونکہ زینب بڑی خوبصورت اور آنحضرت کی چھوٹی زاد تھی۔ اس کی طبیعت میں ذرا ایتری بھی تھی اس لیے اس نے کہا کہ حضور میں آزاد شدہ غلام کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہیں کرتی اس انکار میں زینب کا بھائی بھی شریک تھا۔

دروایتے آنکھ زینب گفت :- یا رسول اللہ تحقیق کہ خاطر مت میخو اہد کہ زید شوہر من باشد فرمود آ کرے گفت چنینست من نا فرمائی رسول خدا تھی خواہم این خطبہ را قبول کردم پس حضرت و سے را بزنی بزید داد و با ہم مہرہ دیناد در سرخ و شصت در ہم و مقنعہ چادری در پیراہنے و پنجاہ مہ گندم وہی صاع فرما برائے زینب فرستاد و مدت یکسال یا بیشتر زینب با زید بود۔ القصہ بعد از تزویج ایشان حق تعالی پیغمبر خویش را اعلام کرد کہ در علم تمام ما چنین مقرر شدہ کہ زینب داخل زنان تو گرد و پس میان زید و زینب ناسازگاری پیدا شد چنانچہ میان بعض ازواج می باشد تا بغایتی کہ زید بترنگ آمد و بہ نزد آں سرور رفت و از زینب شکایت کرد و گفت یا رسول اللہ میخوام کہ زینب را طلاق دہم کہ با من بسیار تند خوئی می کند زبانش زمین دراز گشت حضرت فرمود زن خود را نگاہدار و از خدا بترس فاما چون از حق تعالی معلوم کردہ بود کہ زینب داخل زوجات و سے خواہد بود خاطر مبارکش میخواست کہ زید و سے را طلاق دہد لکن شرم داشت کہ

ترجمہ

ایک روایت میں ہے کہ زینب نے کہا کہ یہ امر آپ کے من پسند ہے کہ زید میرا خاوند ہو، حضور نے فرمایا ہاں! زینب نے کہا جب ایسی بات ہے تو میں بھی اللہ کے رسول کی بے فرمائی نہیں کرتی۔ لہذا مجھے بھی یہ پیغام منظور ہے پس حضور نے زینب کو زید سے بیاہ دیا۔ بعد نکاح کے اللہ تعالیٰ نے حضور کو بذریعہ کشف اطلاع دی کہ ہمارے علم میں یہ بات مقدس ہے کہ زینب آپ کی بیوی ہوگی۔ اس کے بعد واقعی طور پر یہاں بیوی (زید اور زینب) میں کچھ سو سزا جی پیدا گئی۔ یہاں تک کہ زید تنگ آ گیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا۔

حضور میں ارادہ کر چکا ہوں کہ زینب کو طلاق دے دوں کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت بدسلوکی اور تند خوئی اور زبان درازی کرتی ہے حضور نے فرمایا اللہ سے ڈر لیکن چونکہ خدا کے علم میں تھا کہ زینب حضور کی بیویوں میں داخل ہوگی۔ اس لیے حضور کے دل میں آیا کہ زید اس کو طلاق دے دے لیکن اس کو طلاق کا حکم دینے سے شرم آتی تھی کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے بے پالک بیٹے

سماجی متروا عبارت مرقومہ کو غور سے پڑھا اور بتاؤ کہ پندت کالی چرن نے جو دہوی کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے زینب کو باریک لباس میں دیکھا جس سے دل قابو میں نہ رہا اور زینب نے زید سے یہ واقعہ ذکر کیا وغیرہ وغیرہ اس دعوے کا ثبوت اس عبارت منقولہ میں ہے؛ اگر ہرے تو ہمیں اطلاع دو نہیں تو پندت جی سے پوچھو کہ آریہ دحرم کے مطابق جھوٹ بولنے اور لکھنے والا کس جن میں جاتے گا؛ ہاں تم سماجی مترواں سے ہم صرف یہ نویدن (عرض کرتے ہیں کہ اپنے چلے تھے اصول کو یاد کر کے اس پر عمل کرو ورنہ عالم الغیب خدا انتر یا می پر ماتا اس کے سامنے جوابدہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

عجب منزه ہو کہ محشر میں ہم کریں ست کوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہے نہ خدا کے لیے

تحقیقی بات
یہ ہے کہ زینب کو دیکھنے یا اس کی محبت دل میں رکھنے اور چھپانے کا قصہ نہ تو حضور نے بتایا ہے، نہ کسی صحابہ سے روایت آئی ہے حالانکہ یہ وہ دوزریہ حقیقت حال معلوم کرنے کے تھے۔ یہ روایت پچھلے لوگوں میں سے دو شخصوں سے آئی ہے جن کے نام ہیں محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابن زید اور دونوں بچھے طبقے کے ہیں جن کو اصل حال کا علم نہیں محض اپنے دل سے ایسی بات کہہ دی جو خود جی سے یا کسی صحابی سے انہوں نے نہیں سنی تھی، لہذا بطریق اصول حدیث میں یہ بات سند نہیں ہو سکتی، اسی لیے علماء تحقیقین نے اس کی تردید بڑی شرح و بسط سے لکھی ہے جو تفسیر خازن سے اور نقل ہوئی ہے۔

مختصر
یہ ہے کہ نتیجے کی رقم جس سے اہل عرب اور اہل ہند اہل صلی معنی لے پالک کو بیٹھا جاتے تھے۔ قانون قدرت کے صریح خلاف ہے۔ اس لیے دنیا کے ”مصلح معظم“ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خدا نے اس کی اصلاح کرائی۔ جو لوگ اس رسم سے بھی زیادہ ناپسندیدہ رسم کے قائل بلکہ پابند ہیں ان کے خلاف طبع سلطہ اکیلا کا چھٹا اصل ہے کہ سچ کولتے اور جھوٹ کو چھوڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔

اور امر کند بطلاق زینب و شیرازاں می
اندیشید کہ مردم گویند زن سپر خواندہ خود را می
خواہد و حال آنکہ در جاہلیت زن کے را کہ
بہ پس سے قبول کردہ بودند حرام می دانستند
ہجوزن سپر صلی خود۔

نقل ست کہ چوں عدت زینب
منقضی شد زینب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
زید لگفت بردو زینب را برائے منغ اسکا
نماؤ حکمت و تخصیص زید باں کار تو اند بود
کہ مردم کماں نبردند کہ آں قصہ برسید
قہر واقع شدہ و بیہ رشتائے زید معلوم
شود کہ در دل زید حبت زینب
باقی نہ بودہ باں معنی خوشنود
بود۔

(عرض اس کے بعد بطریق مندرجہ صفحہ ۷۶ کتاب ہذا نکاح ہو گیا)
مطلوبہ۔ اس عبارت میں جو زید کہے کہ حضور دل میں چاہتے تھے کہ زید بطلاق
وہ سے قائل کا پناہ خیال ہے۔ ورنہ دراصل صحیح بات جو تہ زینب صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے۔
یہ ہے کہ حضور کے دل میں یہ تھا کہ میرے ہی زور دینے سے زینب نے زید سے نکاح
کرنا منظور کیا تھا۔ اب زید کے طلاق دینے سے جو تکلیف زینب کو ہوگی اس کی ذمہ داری
مجھ پر عائد ہوگی۔ اس لیے اگر زید بطلاق دینے سے باز نہ آیا تو اس کی تلافی میں بول کر دوں گا۔
کہ زینب کے ساتھ خود نکاح کر لوں گا، لیکن ایسا کرنے سے منگی بدم مانع تھی۔ قرآن مجید
کی آیت وَتَحْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ یہی مضمون بتا رہی ہے۔ جو
اہم نے بتایا ہے۔

اس رسم سے بدترین رسم وہ ہے جس کا نام نیوگ ہے۔ جس کی صورتیں دو ہیں:-
(۱) کوئی مرد اپنے میں قوت مردانگی نہ پائے تو اپنی استری (بیوی) کو اجازت دے کہ تو کسی اور سے بچہ پیدا کرے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مرد اولاد نہ جانتے تو اس کی بیوہ عورت کسی جوان سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ اس اولاد کی بابت آریوں کے گرد سوامی دیا نند کہتے ہیں:-

”لڑکے ویرج داتا نطفہ واسے باپ، کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اس کا گو تر ہو تا ہے اور نہ اس کا اختیار ان لڑکوں پر رہتا ہے، بلکہ وہ سے متونی خاندانہ جس سے ان کو نطفہ کا تعلق نہیں اس کے بیٹے کہلاتے ہیں اس کا گو تر رہتا ہے اور اسی کی جائیداد کے وارث ہو کر اسی کے گھر میں رہتے ہیں۔“

دستیارتھ پر کاش باب نمبر ۱۱۱

ماشا و اللہ کیا ہی نچیرل تعلیم ہے۔ بچ کسی کا اور چل کسی کو! ستم جیو انیم و دھرم سے کہنا ایسی تعلیم ہے جس کی بابت تم کہہ کرتے ہو کہ چہاں سانس جائے گا ویک جھنڈا وہاں پہلے لہرائے گا۔

چونکہ آریہ سماجی اس قسم کی ناپسندیدہ رسم کے پابند ہیں اس لیے ان کو بیعت ناگوار ہو کہ رسم متنب کی مخالفت کیوں کی گئی۔ چنانچہ نیچے مہاشہ نے نکاح زینب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دیدہ شنیدہ ہے۔ ناظرین ہماری سر قلم بالا تقریر کو بخوندا رکھ کر نیچے مہاشہ کی سنیے، جس کے الفاظ یہ ہیں:-

”ایک دن محمد زید کی عدم موجودگی میں اس کے گھر جا نکلا۔ چلیں کے پیچھے زینب بیٹھی تھی۔ اس نے رسول کی آواز سنی تو جلدی سے اسے اندر لانے کا اہتمام کرنے لگی، محمد کی نگاہ اس کے حسن بے حجاب پر پڑی۔ علیؑ بجلی سی گری منہ سے نکلا، ہسجان اللہ! تو کسی خوبصورت کی صنعت کرتا ہے“

زینب نے یہ لفظ سن لیے اور دل ہی دل میں پیغمبر کے بل پرتا ہوا جانے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی خوشیاں منانے لگی۔ زید سے شاید اس کی زینتی تھی۔ لاکھ محمد کا تہنی ہوا آخر غلام تھا اور یہ خالص قریش، زید آیا تو اس سے زینب نے اس بڑے کا ذکر کیا، محمد سے عقیدت تھی یا شاید اس کا دل پہلے سے ہی زینب سے کھٹا ہو، دوڑا دوڑا محمد کے پاس گیا اور اپنی بیوی کو جس پر اب محمد کا دل آچکا تھا، طلاق دینے کی آمادگی ظاہر کی محمد نے روکا اور کہا آپس میں خوشی خوشی اگڑا رہو۔ لیکن زید کو اس بیوی کا خاندانہ سے حاصل؛ جو دل دوسرے کو دے چکی ہے؟ اس نے زینب کو طلاق دے ہی دیا۔

اب زینب محمد کے گھر ہوئی کہ مجھے اپنی خدمت گاروں میں لیجئے۔ محمد کو پس و پیش کہ توہ مخواہ بدنامی ہوگی۔ آخر وحی نے شکل حل کر دی اور وہ اتری۔ خلائق نے انسانوں کو ودول نہیں دیئے..... نہ تمہارے گویے بیٹے اپنے بنا دیئے ہیں۔ جو تم کہتے ہو یہ تمہارے منہ سے نکلتا ہے۔ بگو

اللہ حقیقت سے واقف ہے وہ راہ راست دکھاتا ہے، تمہارے متنبوں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ کے نام سے مشہور ہوں اور جب تو نے ایک ایسے بندے سے جس پر اللہ کا فضل بھی ہے اور تیرا بھی فضل ہے کہا کہ تو اپنی بیوی اپنے پاس رکھ اور اللہ کا خوف کہ اور تو نے اپنی چھاتی

میں چھپایا جو اللہ کی مرضی تھی کہ ظاہر ہو اور تو انسان سے ڈرا، حالانکہ اللہ زیادہ قابل ہے ڈرنے کے، اور جب زید نے طلاق کی رسم پوری کر دی، ہم نے تجھے اس سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں کو اس کے اپنے متنبوں کی بیویوں سے شادی نہ برابر نہ ہو، بشرطیکہ ان کی طلاق کی رسم پوری ہو چکی ہو۔ اور اللہ کا حکم ضرور پورا ہوگا، محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں۔ وہ

اللہ کا رسول ہے اور خاتم المرسلین ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے“

دسورۃ التزاب رکوع ۱۵

یہ الفاظ ہم نے اس لیے نقل کیے کہ محمد کے دل کی حالت کا پتہ ناظر کو لگ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سکے زینب کی زیادت کے بعد محمدؐ نے صحبتِ نبوت کا نائل ظاہر کیا
 حدیثِ معلیٰ میں عشق کی آگ اپنا اثر کر چکی تھی اور دم بدم محسوس ہو رہی تھی۔ وہی ہفتا
 لگتی اور محمدؐ نے غمناک زینب کے پاس بیٹھا اور کہا: "مگر پر ہمتا نے تجھے بھر
 سے ملا دیا۔ پھر تو نکاح کی ضرورت نہ رہی۔ جہاں اللہ ول ملا دے وہاں
 قاضیوں اور نکاح خواہوں کا بیچ میں پڑنا اس پاک عقد کا محول نہیں تو اور
 کیا ہے؟ عوام کی تشفی کرنا لازم تھا۔ سو کہہ دیا، اللہ نے نکاح پڑھا ہے
 اور جبرائیل گواہ ہیں اور ان دو شرطوں کے علاوہ نکاح کی اور شرط بھی
 کیا ہے؟

"رنگیلے رسول کا یہ رنگ نہایت عجیب ہے، بیٹا بیٹا نہ رہا۔ بہو بہو نہ رہی"
 (صفحہ ۲۲ تا ۲۳)

جواب مخالف کی اس ساری تقریر کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں ناظرین
 ابو ذرؓ دیکھیں اور اس کا اپنا اعتراض دوبارہ پڑھیں جو یہ ہے۔
 "آریہ شاستروں میں خانہ داری کی مبیعا دیکھیں برس مقرر ہے یہ مبیاد
 محمدؐ نے نہایت پاکیزگی سے لبر کی اس لیے ہم اسے آریہ خانہ دار کہہ سکتے
 ہیں" (صفحہ ۱۵)

سماجی سمجھوتہ انصاف کو جو شخص بچاس برس کی عمر تک ایسا پاکیزہ اخلاق
 رہا ہو جس کی پاکیزگی پر تم بھی فخر کرو تو وہی تمہارا آریہ خانہ دار (پچاس سے اوپر ۱۵۸)
 برسوں کی عمر کو پہنچے تو نفسانی جذبات سے مقہور ہو جائے؟ "اے چربو العجبی است"

اصل بات وہی ہے جو ہم نے بتائی ہے کہ ملک میں ایک جمیع رسم خلاف
 منشاء قانون قدرت جاری تھی یعنی دوسرے کے بیٹے کو اپنا
 بیٹا بنانے اور کہنے کی اس رسم بدکی اصلاح کے لیے خدا نے اپنے نبی کو نمونہ بنایا چونکہ

۱۔ محض عبودیت (صفحہ ۱)، نکاح کا بیخام دیا اور باقائدہ نکاح ہوا۔ دیکھو صفحہ ۱۶ کا کتاب خدا
 ۲۔ محض عبودیت کہتے ہو۔ (صفحہ ۱)

آریوں میں بھی وہی بلکہ اس سے بھی قبیح تر رسم رائج ہے اس لیے وہ اس نکاح
 پر عرض کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی شان میں طرح طرح کی گستاخی کے الفاظ
 زبان اور قلم سے نکالتے ہیں۔ حالانکہ بات اصل یہ ہے کہ یہ
 انہوں نے خود غرض شکنیں کبھی دیکھی نہیں شاید
 وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہمان کو بتادیں گے

منتقح طلب امر حضرت زینب کے نکاح میں بحث طلب امر صرف ایک
 ہے وہ یہ کہ منہ بولا بیٹا قدرتی بیٹا ہو سکتا ہے؟ اہل اسلام
 اس کے منکر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ بیٹے باپ کا تعلق قدرتی ہے۔ اسی لیے بچہ باپ
 کا بیٹا کہلاتا ہے۔ مگر چچا کا بیٹا نہیں کہلاتا۔ نہ بیٹے کی طرح چچا کا وارث ہوتا ہے
 برخلاف اس کے آریہ اور دیگر مخالفین اسلام خلاف قانون قدرت اس کو بیٹے کی طرح
 جانتے ہیں۔ دل میں نہیں تو اسلام کے مقابل میں محض اظہارِ مخالفت کرنے کو ایسا کرتے
 ہیں۔ اس لیے اہل انصاف کے سامنے ہم اس منتقح کو پیش کر کے دریافت کرتے ہیں
 کہ کہیں ایسا ہوا ہے کہ مصنوعی گلاب قدرتی گلاب کی طرح فرحت بخش ہو سکے؟ اگر
 نہیں تو رنگیلے جہاںشہ کا یہ کہنا کیسا دھوکہ ملکہ فریب ہے کہ "بیٹا بیٹا نہ رہا۔ بہو بہو
 نہ رہی۔"

ہاں یوں کہنا چاہئے تھا کہ قدرتی اور بناوٹی بیٹے اور اصلی اور نقلی بہو ہیں
 فرق ہو گیا۔ کیا سچ ہے؟
 بس اور ہے کا عشق دیکھو میں بھی امتیاز
 آیا اب مزاج ترا استمان پر !!



نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ ان سے کوئی خیر کی امید رکھی بلکہ قرآن مجید میں صاف صاف صاف
اعلان ہے کہ یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں۔ غور سے پڑھیے۔

وَلْيَعْلَمَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ
أَشْرَكُوا (پ)

(ترجمہ) تم یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے حق میں سخت ترین دشمن پاؤ گے!
یہ ہے مائشہ کی پہلی کذب بیانی۔

سوامی دیا نندنے ایسا کیا تھا کہ پہلے پہل تیار تھے
ہال آریوں کے گرو پرکاش میں ہندوؤں کو گناہنے کے لیے ان کی رسم شراہ
وغیرہ کو جاننا یا ملاحظہ ہوتا تھا کہ ان میں سے کون کون سے گناہوں کے بعد جب آریوں
کی تعداد بچھ نظر آنے لگی تو اس رسم کی سخت ترین تردید کر دی۔ غالباً مائشہ کو شیش میں
اپنا چہرہ نظر آیا ہوگا۔

محاصرہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام حبیب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔
تو یہودین مدینہ سے باہمی امداد کا معاہدہ ہوا تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال مشہور
جنگ خندق کے موقع پر مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں پر چڑھائی کی تو مدینہ کے یہودیوں
کی دونوں قومیں بدعہدی کر کے ان سے مل گئیں۔ چنانچہ اس کے متعلق مورخ ابن خلدون
کے الفاظ یہ ہیں:-

كان ان بنو قريظة معاهدين رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتاهم حنق فاعلوه فقتلوا العهد وما لواع الحزاب.

یہودی قبیلہ قریظہ آنحضرت کے ہم عہد تھے، ان کے پاس ایک قبیلہ آیا اس نے ان کو بربایا تو انہوں نے وعدہ توڑ دیا۔ اور مخالفانہ، جماعت میں مل گئے۔

(تقریباً جز ثانی صفحہ ۱۶۹)

مورخ ابوالفضل کے الفاظ یہ ہیں:-

كان بنو قريظة قد عاهدوا النبي قبيلته بنو قريظة (یہود) نے حضور کے ساتھ

بہتان نئے رنگ میں

(حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا)

ریحیلے مہاشہ کی پختہ عادت ہے کہ اپنے ولی خیالات کو واقعات کی شکل میں پیش کرتا ہے جو ایک دیا نندار مصنف سے بہت دور ہے ہم نے اس کے رسالہ میں کئی ایک جگہ ایسا دیکھا چنانچہ مندرجہ ذیل الفاظ اس کے اسی قسم کے ہیں۔ لکھتا ہے۔

” ہجرت کے بعد محمد کو یہودیوں سے طرح طرح کی امیدیں تھیں۔ اس نے ان سے دوستی کا رشتہ گناہا۔ ان کے مذہب کی تعریف کی اور اپنے مذہب کی تعریف کی، اور اپنے مذہب کی حقانیت کا ٹیٹیکٹ بھی انہیں سے حاصل کیا۔ بعد میں جب اس کے پیروؤں کی تعداد بڑھ گئی تو وہی یہود محمد کے لیے بدظنی کا باعث ہوئے۔ غارین کر اس کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ ایک دن آیا جب ان کا محاصرہ کیا گیا اور جب وہ مسانی کے طلب کار ہوئے تو فیصلہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ یہ یہودیوں نے ہی وہی ان کی آن میں تلوار کی گھاٹا اتر گئے ایک عورت کو بھی اس کی اپنی استمداد پر قتل کیا گیا۔“ (صفحہ ۳)

ناظرین! اتنے بڑے دل آزار اور تنگ آئین ذول شکن دعوے کا حوالہ کسی معتبر اسلامی تاریخ سے نہیں دیا، اس لیے اس کا اصل جواب وہی تھا جو ان کے گرو مولیٰ دیا نندار الیشیا کے استاد الاغلاق شیخ سعدی مرحوم نے لکھا ہے کہ ہ

جواب جاہلان با شد موشی

لیکن ہم اسی جواب پر کفایت نہیں کرتے بلکہ اس کو کھول کرتا ہے:-
پہنچبر اسلام علیہ السلام نے یہودیوں کے مذہب کی کبھی تعریف نہیں کی۔

لوٹدی غلام بنا کر رکھیں۔؟ چنانچہ اس نکاح نبوی کا اثر جو ہوا وہ مورخ ابوالغدار کے لفظوں میں راجح ہے:-

فاذی عنہار رسول اللہ کتابتھا و
تزوجھا فقال الساس اصهار
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاعتق بیتزوجہ ایاھا مائة اهل
بیت من بنی المصطلق فصانت
عظیمۃ البرکت علی قومھا۔
ابوالغدار جلد اول ص ۳۴۔ ابن خلدون جلد اول
ص ۹۳۔ ابن اثیر ص ۹۲۔

یعنی حضور علیہ السلام نے جویریہ کی طرز سے اس کی رقم کتابت ادا کی اور اس سے نکاح کر لیا صحابہ نے کہا، اب تو یہ لوگ حضور کے سسرال بن گئے پس حضور کے اس نکاح کرنے سے نبی مصطلق کے ایک سو گھرانے جو مسلمانوں کے غلام بن چکے تھے آزاد ہو گئے پس یہ عورت جویریہ کی قوم کے حق میں بڑی برکت والی ثابت ہوئی۔

ناظرین! کیا یہ قصہ حضور کی کمال مہربانی کا ثبوت ہے یا بے سروقی کا۔
آہ! شیخ سعدی مرحوم نے سچ کہا ہے۔
گل است سعدی و در چشم و در شمال غلالت

حضرت ام المومنین صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

مباشہ مخالف نے حضرت صفیہ کی بابت لکھا ہے۔

”خیر بھی یہودیوں کی ایک بستی تھی اس پر محمد نے چھاپ مارا اور فتح کر لیا اس بستی کا سردار کنعان مارا گیا اور اس کی بیوی ہا عتر آئی۔ محمد نے اس سے بھی نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ وہ راضی ہو گئی۔ اب مدینے واپس جانے تک کی تاب کسے؟ نبی کے ڈھیر لگا لگا کر دسترخوان بنائے گئے اور ان

پر کھجوروں، کھن اور دہی کی دعوت کی گئی۔ نبی و من کو سنوا کر گیا اور محمد سے غلوت میں لے گئے۔ عقیقت مزدول نے احتیاطاً رسول کے خیمہ کا پہرہ دیا کہ کہیں بے دین عورت اپنے خاوند کے قتل کا بدلہ نہ چیکائے مگر یہ احتیاط غیر ضروری ثابت ہوئی، (ص ۳۵)

اپنی معمولی عادت سے مماثلہ نے اصل واقعہ کو چھپا کر بلکہ توڑ سوز کر دکھایا ہے کیا ہے کمال جبرارت یہ ہے کہ حسب عادت حوالہ کسی کتاب کا نہیں دیا، ام اہلیت بتاتے ہیں اور معتبر مورخ ”ابن خلدون“ کے الفاظ سامنے رکھتے ہیں۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ خیر کی جنگ میں ان کے سردار کنانہ کی بیوی صفیہ لوٹدی ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں جو تقسیم ایک صحابی کے ہاتھ پہنچیں۔ رپورٹ ہوئی کہ حضور وہ بڑے سردار کی بیوی ہے حضور نے اس سے اسے خرید کر آزاد فرمایا جب اس کی عدت پوری ہو گئی تو اس کی مرضی سے اس کی عزت افزائی کرنے کو آپ نے نکاح کر لیا۔ مورخ ابن خلدون کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:-

واہبیت منہم صبا کانت
منہن عرو ساً عند کنانہ بن الزبیر بن ابی
الحقیق فوہبھا علیہ السلام للذحیة
نشأبت اعھا منہ بسیعة اروس
ووضعھا عند ام سلمة حتی اعدت
واسلمت نشأ اعتمھا و تزوجھا
(صف ۲۰۹ تہ جز ثانی)

بہت سے قیدی آئے ان میں صفیہ تھی جو کنانہ کی بیوی تھی۔ پس وہ حضور نے خیمہ صحابی کو بخش دی پھر اس کو اس سے خرید لیا اور اس کو بیوی ام سلمہ کے پاس رکھا۔ یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو گئی۔ پھر حضور نے اسے آزاد فرمایا اور نکاح کیا۔

اللہ سے کس قدر عزت افزائی ہے ایک عورت کی جو حسب قانون جنگ لوٹدی بن کر معمولی سپاہی کے حلقے میں آئے اور بگم بند و دھرم شائستہ اس سپاہی کے پاس رہنے پر مجبور ہو۔ اس کو بادشاہ وقت بلکہ سردار دو جہاں ازارہ مہربانی آزاد کر

سلف منورہ آ۔ باب، فقرہ ہرقت

ابوسفیان کا یہ ایک فقہ فقہ حضور کی آئندہ سیاسی اور مذہبی کامیابیوں کے لیے پیشگوئی تھی جو بالکل پوری ہوئی۔ غلامحمد۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

حضرت ام المؤمنین مہموونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

رنیچکے مہاشہ نے چلتے چلتے حضرت مہموونہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا ہے جس میں کوئی خاص بات قابل اعتراض نہیں بتائی۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”مہموونہ نام سے اس کے چچا عباس کی بیوہ ہو مومو جو تھی۔ اس کی عمر ۲۶ سال کی تھی اور وہ رشتہ میں بھی محمد کے نزدیک کی تھی اس لیے اپنے چچا کے کہنے سننے پر محمد نے اسے اپنے حرم میں لے لیا۔ مدینہ کی مسجد میں جہاں پہلے نوحجرے تھے اب دسواں تیار ہوا۔ (ص ۲۹)

ہاں معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ کے ذہن میں مسئلہ تعدد ازواج کا عدم حجاز کی جانے والا ہے۔ اسے تو اعتراض کرے سے مطلب ہے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

ماریہ حضور علیہ السلام کی لڑکی دہاندی تھی یہ یوں کے علاوہ ہاندیاں رکھنے کے علاوہ مہاشہ کو اعتراض ہے۔ چنانچہ اس کے چبھتے ہوئے الفاظ یہ ہیں۔

سہ مسجد میں تھے بلکہ مسجد کے ارد گرد تھے

کے اپنے نکاح میں لائے۔ مگر دشمن بات کرے ان ہونی۔ ان کو کون سمجھائے جن کو خلا کا خوف نہ ہو۔ عقیدت مندوں کے پہرہ دینے اور خاندان کے قتل کا بدلہ لینے اور پیشانی پر زخم وغیرہ کا ثبوت مخالف کے ذمہ ہے۔ جس کی بابت امید نہیں کہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہو سکے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ

(رضی اللہ عنہا)

اس ضمن میں رنیچکے مہاشہ نے چلتے چلتے ام حبیبہ کے نکاح کا بھی ذکر کیا۔ مگر حسب عادت اختفا سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”خیبر سے مدینہ واپس آئے، پھر محمد نے ابوسفیان کی لڑکی ام حبیبہ کو شرف زوجیت بخشا۔ اس نکاح کی پخت و پز جیش میں خود شاہ جیش کی طرف سے ہوئی تھی۔“ (صفحہ ۲۹)

جواب:- اس نکاح کی حکمت تو خود لڑکی کے والد کے لفظوں میں ملتی ہے مہاشہ کی جانے والا ہے۔ اسے تو اعتراض کرے سے مطلب ہے۔

سنئے! احنافین کفار عرب میں ابوسفیان ایک بڑا سردار تھا۔ وہی جنگ خندق میں سردار فوج بن کر آیا تھا۔ یہ ام حبیبہ اس کی لڑکی تھی جو اپنے خاندان کے ساتھ ملک حبشہ میں گئی تھی۔ اس کا خاندان وہاں سر گیا۔ وہاں کے بادشاہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اس نکاح کی خبر سن کر ابوسفیان کے منہ سے یہ سواختر نکلا۔

ذلك الفحل لا يقدم انفء
اس ہاؤڈی کو کہیں بھی ناکامی نصیب
تاریخ کال ابن اثیر طبعہ مصر طبعہ (ص ۲۹)
نہیں ہوئی۔

بھی ناقص۔ اس کا ثبوت خود انہی کے قلم سے یہاں ہم دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔
 ”ایک دفعہ کہیں سے تین لونڈیاں آئیں تو محمد نے وہ ایک ایک کر کے اپنے
 خسروں ابو بکر اور عثمان اور اپنے داماد علی کو بطور پیشکش عطا کیں۔
 آج دنیا سب اسے شرمناک ڈھٹائی کہے گی کہ اپنے داماد اور خسروں کے
 ساتھ یہ یاران مجلس کا سا سلوک!“ (صفحہ ۴۱)

اس صفحہ پر اور اس کے علاوہ صفحہ ۴۲ پر بھی حضرت عثمان کو حضور کے خسروں
 میں شمار کیا ہے، حالانکہ تاریخ اسلام میں حضرت عثمان حضور کے داماد تو ہیں خسر
 نہیں۔

سوا چوبہا انصاف سے کہنا اپنے جوتھے اصول کو سامنے رکھ کر کہنا اس دعوے
 کے ثبوت میں دیکھ حضور نے ابو بکر اور عثمان کو لونڈیاں دیں، تمہارے رنگیلے ماشہ
 نے کوئی حوالہ دیا؟

بتفاق۔ اگر تم کسی مجلس کی گفتگو میں یہ پیش کر دو اور مسلمان تم سے بڑے
 مانگیں اور تم نہ دکھا سکو تو تمہیں کتنی ندامت ہوگی۔

کوئی مہاشہ بغرض حصول اولاد و حکم سوامی جی اپنی استری کا کسی جوان آدمی سے
 نیوگ کرانے وہ بے چاری حسب تعلیم سوامی جی سال دو سال تک اس جوان
 کی خدمت میں رہے۔ مگر پرمانتا کے حکم سے اولاد نہ ہو تو وہ بے چارہ اور بیچارہ
 کس قدر شرمندہ ہوں گے۔

سچ کہنا! تم مخالف کے سامنے حوالہ پیش نہ کر سکتے پراس سے زیادہ شرمندہ
 ہو گے یا نہیں؟ پھر کہیں ایسے مصنفوں کو تم لوگ مجبور نہیں کرتے کہ ہر دعوے کا ثبوت
 دیا کریں۔ کیا تم لوگوں نے استاد الاطلاق شیخ سعدی کا قول نہیں سنا۔
 نہ گفتہ نداد کے باوجود کہ وہ سب کچھ گفتی و لیشس بیار

لوہم مانے لیتے ہیں کہ حضور نے اپنے خسروں کو لونڈیاں دیں تو کیا ہر دم کیا
 تم سمجھتے ہو کہ لونڈیوں سے صرف بیوی کا کام لیا جاتا ہے۔ حالانکہ لونڈی گھر کی خاوند

ناریس کے متعلق محمد پر ایک تہمت لگائی جاتی ہے۔ لونڈیاں رکھنا قرآن
 کریم کی رو سے جائز ہے، محمد کے گھر میں لونڈیاں تھیں۔ ان پر نہ محمد
 کی بیویوں نے اعتراض کیا نہ محمد کے پیروؤں نے“ (صفحہ ۴۱)
جواب بے شک آپ نے سچ کہا قرآن کی رو سے جائز اس زمانہ کے قانون ملی
 کے رو سے بھی جائز ہے۔ اعتبار نہ ہو تو سنو، ویدوں کے استاد اول ویدک دھرم
 کے سلسلہ رشی منوجی فرماتے ہیں۔

”رہتھ گھوڑا، چار پائی عورت وغیرہ ان سب کو چرئج کرے دی اس
 کا مالک ہوتا ہے۔“ (باب ۱، فقرہ ۹۶)
 غلاموں کو یہاں تک بے حس کیا گیا ہے کہ ان کی کنائی پر بھی ان کو اختیار
 نہیں سنو!

”اپنی عورت کے لڑکے و غلام یہ سب جس دولت کو جمع کریں وہ سب
 دولت ان کے مالک کی ہے۔ یہ اس کے حقار مالک کی زندگی
 میں نہیں۔“

اور سنو!
 ”دراجہ برہمن، غلام اور شوہر سے دولت لے کر لے اور اس میں کچھ بچاؤ نہ
 کرے کیونکہ وہ دولت کچھ اس کی ملکیت نہیں، وہ بے ذر ہے۔“

(منوسمرتی باب فقرہ نمبر ۲۱۶-۲۱۷)
 پس جو کا قرآن کی رو سے جو کام دھرم ثابت کی رو سے جائز ہو وہی پر اقرآن
 کرنا ناستک (دھرم) کا کام ہے کسی آستک کا نہیں۔

مہاشہ کی نداد تفسیر | اسلامی تاریخ سے براہ راست واقف محققین کے معلومات
 مخالفان اسلام کی کتابیں تو تاریخ محمدی، تکذیب براہین، تاریخ ولیم ہور وغیرہ سے

مجھی ہوتی ہے۔ اچھا سنو! منوجی نے جو کہا کہ لوٹ میں عورت کو جو لوٹے راجہ اسی کو دے دے۔ بھلا لوٹنے والا کوئی راجہ کا شہر ہو یا دادا ماد بلکہ باپ بھی ہوتا تو اسے بھی عورت دے دے۔ ہے رام! اتنا پاپ؟

اگر یہ سچنوا ہے

سنبھل کے رکھتا تو دم دشت غلامیوں کا کہ اس نواح میں سودا برہنہ پائی ہے



زنگیہ مصنف کا نیا رنگ

قصہ تحریر

آگے چلئے ہار بیگلے ماشا نے نیا رنگ نکالا ہے۔ لکھتا ہے:-
”حدیثوں کی روایت یہ ہے کہ ایک دن حیب حفصہ کی باری تھی حفصہ محمد سے چھٹی لے کر میکے چلی گئی اور اس کے گھر کو پہنچنے پر ماریہ سے بسایا اتنے میں حفصہ آگئی وہ دیکھ کر جل پھین گئی کہ اس کی آرا سگاہ آج ایک غیر مشکوہ لونڈی کی خوابگاہ بنی ہوئی ہے۔ اس حفصہ کو محمد تاڑ گیا۔ اور کہا بھانڈاں! اگر ماریہ کے اس باجرے کا ذکر کسی سے نہ کر دو تو میں نے یہ عہد کیا کہ آئندہ ماریہ سے صحبت نہ ہوگی اور میرے بعد خلافت کا حق تمہارے باپ کا ہوگا۔“ (ص ۳۲)

بیشک قرآن مجید میں یہ آیت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ أَخَذْتَ مَا آتَىكَ اللَّهُ مَلَكَ

اسے نبی جو خدا نے تمہارے لیے مالا کیا ہے تم اس کو حرام کیوں کرتے

ہو کیا بیویوں کو راضی کرنے کے لیے ایسا کرتے ہو۔

اس آیت کے متعلق متعدد روایات آئی ہیں کہ کونسی چیز حضور نے اپنے

حق میں حرام کی تھی، جس کا ذکر اس آیت میں بصورت ناپسندیدگی آیا ہے ایک روایت ہے کہ ماریہ لونڈی کو حرام کر دیا تھا۔ دوسری اور بھی ہے مگر زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ حضور شہد کا شربت پیا کرتے تھے، کسی نے غلط کہہ دیا کہ آپ کے منہ سے موم کی بو آتی ہے۔ آپ کو بدبو سے سخت نفرت تھی۔ آپ نے فرمایا میں شہد کبھی نہ پیوں گا اس میں شک نہیں کہ ایسا کہنے والی بیویاں تھیں۔ یہ روایت صحیح تر ہے۔ چنانچہ بڑے پایہ کے محدث مفسر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:-

والصحيح ان ذالك كان في تحريمه العسل كما قال البخاري

عند هذا الآية الخ-

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ آیت شہد نوشی پر اتاری ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ بس اصل جواب تو آگیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ جن بیویوں نے ایسی غلط گوئی کی ان کی بابت کیا سزا، جواب یہ ہے کہ وہی سزا جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

ان تَشْتَوِيَا لِي اللّٰهُ فَقَدْ صَنَعْتَ قَلْبًا كَمَا

د تمہارے دل بگڑ چکے ہیں تو یہ کر دگی تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا بیشک جو کرے

وہ بھڑے۔

حماشہ کا اس سے آگے کا لوٹ اس سے بھی زیادہ فریبدہ ہے جو اسی قصہ

ماریہ کے واقعہ کو بنا قرار دے کر لکھا ہے:-

”بات تھی ٹل گئی۔ لیکن حفصہ سے اپنے پر قابو نہ رکھا جاسکا۔ اس نے

اس واقعہ کا عائشہ سے ذکر کیا۔ وہ عیور عورت عائشہ کے زیرِ کر دگی محمد

کی بیویوں کی ایک کونسل ہوئی۔ سب نے محمد سے منہ پھیر لیا، محمد پیغمبر

مدینہ کا مطلق الخان بادشاہ ایہ بیویاں کون ہیں جو اس سے رکھائی کا

برتاؤ کریں۔ ذرا وحی نازل ہوئی اور ان نامفرمان بیویوں کا بائیکاٹ کر دیا۔

میں نے بھر ماریہ کے ڈھونڈ لگا دیا، کہ بگاڑ لو، جو بگاڑ سکے۔ ادھر ابو بکر نارا من

عثمان نارا من کہ لونڈی کی خاطر ہماری بیٹیوں سے تعلق چھوڑ رکھا ہے۔

میدینہ بھری جلدائی کے بعد محمد کا دل بھی طام ہوگا، کہا اللہ نے شفا رکش کی ہے
حفصہ کا قصور صاف اور اس کے ساتھ اس کی سب بہنوں کا قصور

صاف! (ص ۴۳)

جواب! آہ! سوامی و پاتند ہوتے تو ماشہ کی داد دیتے کہ سارے ہندوستان
میں ہماری تقسیم سے یہی ایک لائق چیلہ نکلا ہے جو ہمارے مشن اسلام سے نفرت دلانے
کو پورا کرنے والا ہے۔

سنیے! اصل قصہ یوں نہیں، جو تم نے لکھا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ
ادھر واقعہ شہد ہوا۔ اتفاق سے انہی دنوں حضور علیہ السلام کے پیر میں جوٹ آئی
جس سے آپ پلٹنے پھرنے سے رُک گئے۔ اس لیے آپ نے ایک میڈینہ کے بے علیحدہ
مکان میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر آپ کی گوشہ نشینی سے عام میں مشہور ہو گیا کہ حضور
نے بیویوں کو طلاق دے دی۔ اس پر حضرت عمر آئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ
اصل وجہ حضور کی علالت ہے۔ دیگر بیچ، تم نے تو آریوں کو گمراہ کرنے کی ٹھان
رکھی ہے۔ اس لیے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیتے۔ مگر ہم تو حوالہ دینے بغیر نہیں رہ
سکتے۔ پس نوا

حضرت کے تخریر حضرت عمر کہتے ہیں کہ میرے پاس میرا ایک دوست آیا اس
نے کہا۔

طلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلمو لسانہ۔ (بخاری جلد اول ص ۲۳۲) دی ہے۔

یہ سن کر میں گھبرا یا ہوا بغرض تحقیق حال نکلا تو حضور کو چوبار سے میں گوشہ
نشینی پایا کہ یوں کچھ آپ کے پاؤں میں ضرب آئی تھی جس کے متعلق صحیح بخاری کے الفاظ
یہ ہیں۔

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لسانہ وکانت انفکت رجله،
یعنی حضور نے بیویوں سے علیحدگی کی۔
آپ کے پیر کو فرم آیا تھا۔ پس آپ چوبارے

فاقام فی مشربۃ لک تسعا و
عشرین (صحیح بخاری جلد دوم ص ۴۵۴)

سماجی مقرر! اپنے چوتھے اصول پر تم کو اگر کچھ یقین ہے تو ریگیلے ماشہ اور
اس کی گپنی سے اس دعوے کا ثبوت ہم کو لے کے دو کہ۔

”ادھر ابو بکر ناراض، عمر ناراض، عثمان ناراض کہ ایک نوٹری کی خاطر
ہماری بیٹیوں کو چھوڑ رکھا ہے۔“ (ریگیلا ص ۴)

اگر وہ اس کا ثبوت نہ دے سکے اور ہم کہتے ہیں کہ یقیناً نہ دے گا تو کیا پھر تمہارا
فرض نہیں؟ کہ جس طرح تم نے گاندھی جی کے خلاف رزلویشنوں کی بھرمار کی ہے ایسے
حضرت رسال، سماج کو بدنام کرنے والے، تمہاری جیبوں سے پیسے نکالنے والے نیشنل
کے برخلاف بھی رزلویشن پاس کر دو، یاد رکھو کہ اگر ایسا نہ کر دو گے، تو تمہاری ساری
سماج بدنام ہو جائے گی۔ جیسی کہ ہو رہی ہے۔ کیوں؟

چوں از قومے یکے بے انشی کرد

نمی بینی کہ گادے در عطف زار

بیالاند ہمہ گادان وہ را

تعدد ازواج

محمد بیویوں والا

مرحوم سید مکی مدنی العسری دل و جان باوقدایت پر عجیب خوش لقی
ریگیلے ماشہ نے آخر اپنا دلی غبار خیر کتاب میں نکالا کہ سارا رجم و عقیدہ اس کو
حضور کے تعدد ازواج پر ہے یعنی اکل نے جو نتیجہ نکالا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے
سطح پہلے صحیح صفحہ ۱۱ پر حضرت عثمان کو حضور کا خسر لکھا ہے۔

بچے تو تم اپنی کثرت کے گرد سے پھلوں سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہو، مگر شرف کا گھر برباد ہوا، محمد کا دین برباد ہوا کیوں! اسی لیے کہ بڑھے ہو کر نوزیروں سے شادیاں کیں؟ (دیکھو صفحہ ۱۲۲)

کس قدر ضبط الخواصی ہے اللہ کی شان! ایسے لوگ بھی مصف بن جاتے ہیں جو موصوف بیان بھی نہیں جانتے۔ شروع بیان میں قرآن کی وجہ تعدد ازواج کو بتایا ہے۔ اخیر میں نوزین سے شادی کو سبب بنایا ہے۔ پہلے بیان کے مطابق اگر بوڑھی عورتیں بھی متعدد ہوتیں تو مضرت تھا۔ آخری بیان کے مطابق ایک نوزین بیوی بھی مضرب کیا اتنی سی عبارت میں آتنا بظاہر اصولی اختلاف کی صحیح داغ کا کام ہے۔؟

خیر یہ تو ہے مصف کی داغی قابلیت کا ذکر اب ہم اس کے دعوے کی مثال کرتے ہیں "محمد کا دین برباد ہوا" دستور ہے انسان دن کو جو خواہش رکھتا ہے رات کو وہی نظر آتی ہے۔ چاہے واقعہ میں نہ ہو۔ چونکہ یہ لوگ اسلام کی دل سے بربادی جانتے ہیں۔ اس لیے اس کی بربادی کے خواب ان کو آتے ہیں، وہی ان کے منہ اور قلم سے نکل جاتے ہیں۔ ورنہ دین محمدی اگر نکاح نوزین دعا شہ سے برباد ہوا ہوتا تو نہ سوال ہاں آریہ درت، ہاں ہاں پوچھ بھارت جمہوری مسلمانوں کے قدم کیوں چومتی اور سچ تو یہ ہے کہ تمہارے سوامی کو ستیا رتھ پرکاش جیسی زبردست کتاب اسلام کے برخلاف لکھنے کی ضرورت ہوئی؟ اور تم ہی آج یہ دل شکن رسالہ کیوں لکھتے؟ کوئی تم سے یہ نہ کہتا کہ جھلے آدمی! اسلام تو پیغمبر اسلام کے بعد متصل برباد ہو چکا ہے۔ پھر تم یہ لغو حرکت کیوں کرتے ہو؟ کیا سچ ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اسے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لے عرب سے جیل کر پوچھو جمہوری آریہ درت (ہند، میں چلا آیا۔ یہی تو بربادی کا ثبوت ہے۔ ۱۲)

مہاشہ جی کی تاریخ دانی | اسی صفحہ پر آپ لکھتے ہیں۔
"محمد کی، اسی خانہ جنگی نے محمد کی وفات

کے بعد اسلام کی تاریخ کو تواتر نوزیروں کی تاریخ بنا دیا" (صفحہ ۱۲۲)
کیا کہتے ہیں؟ خلافت کی بابت لڑائی نہ پہلے خلافت میں ہوئی۔ نہ دوسری میں نہ تیسری میں، ہاں چوتھی خلافت میں ہوئی، سواس کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کا قتل تھا، نہ کہ خانگی نزاع۔

آخر آپ سوامی دیا نند | کے چیلے ہیں، جنہوں نے ستیا رتھ پرکاش طبع
اول ۱۸۷۵ء میں لکھ مارا تھا کہ۔

"محمود غزنوی ہندوستان کو لوٹ کر منگو گیا تھا۔" (صفحہ ۲۲۱)

حالانکہ سلطان محمود نے منگو گیا نہ مدینہ گیا۔ اسی لیے آریوں نے سوامی جی کی اس غلطی کی اصلاح کرنے کو طبع اول کے بعد کی جملہ طباعت میں یہ فقرہ ہی اڑا دیا بہت اچھا کیا۔

دوسری مثال | سوامی جی کی تاریخ دانی یہ ہے کہ آپ نے امریکہ کے متلاشی
کو لمبس کو جو اٹلی کا باشندہ تھا، انگلستان کا باشندہ لکھا
چنا پھر آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

"انگلستان کے کو لمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ میں نہیں گئے
تھے۔" (ستیا رتھ پرکاش اردو طبع اول صفحہ ۱۲۵)

آریوں کی ہوشیاری | آریہ سماجی چونکہ تعلیم یافتہ ہیں ان کو معلوم ہو گیا کہ
سوامی جی نے سنے سنائے ایسا لکھ دیا اس لیے
بعد کے طبع میں اس کی اصلاح یوں کی، بجائے انگلستان ٹامس کے ایک ویسٹ
لفظ لکھ دیا۔ یعنی یوں لکھا کہ:-

"یورپ کے کو لمبس وغیرہ لوگ جب تک امریکہ نہیں گئے تھے۔"

(ستیا رتھ طبع چہارم صفحہ ۱۲۵)

اس لیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نبی نوع انسان کے لیے نمونہ بن کر آئے ہیں۔ وہ اگر بیویاں نہ کریں تو ساری امت نہ کرے گی جس سے نسل انسانی کا انقطاع ہو جائے گا۔ پس بیویوں والا ہونا نبی کے لیے ضروری ہے۔ دوزخ دنیا کی تباہی و بربادی ہے۔

رحمن یوسف دم عیسیٰ پر بیٹھا داری
انچہ خوبال ہمہ دارند تو تہنہ داری



دیانتدویدوں والا

رہنچکے ماشہ نے اپنے گرد وسوامی دیانتد کو ایک مستز لقب دیا ہے۔ یعنی ویدوں والا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”رشی دیانتد کا نام پنجاب میں ویدوں والا پڑنے لگا ہے۔ رشی کا کام وید، رشی کا پیغام وید، رشی کی حیات، رشی کی وفات، وید کی اشاعت کا وسیلہ ہوئی۔ رشی کا سانس سانس وید کی قرارت تھی۔ ویدوں والا امن بھاوانا ہے۔ یہ نام لیا اور رشی کے دل کو پایا۔ رشی کی روح کو بھانپ لیا“ (صفحہ ۱۴۸)

آریہ مصنف اپنے عقیدے کے بیان کرنے کا حق رکھتا ہے۔ مگر پبلک رائے کی نیابت کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ آج تک کسی کتاب یا کسی اخبار یا کسی اشتہار میں وسوامی دیانتد کو ویدوں والا نہیں لکھا گیا۔ ویدوں کے منکرین دویوہا جی اور کھول کی طرف سے جو دیانتد جی کے حق میں رائیں شائع ہوئی ہیں ان کا تو ہم نے وائستہ ذکر نہیں کیا۔ مگر ویدوں کے ماننے والے ہندوؤں کی رائے کا اظہار کرنے سے تو ہم رک نہیں سکتے۔ کیونکہ ماشہ جی نے ان سب ویدوں کے ماننے

ہمارا ریگلا مصنف بھی آخر وسوامی جی کا چیلہ ہے۔ انہوں نے سلطان محمود کو مکہ شریف پہنچایا تو ماشہ مذکور نے خلافت پر خاندانی نزاع کا اثر پہنچایا۔ (چشم بزد) سچ ہے۔

لطف پر لطف ہے الامیں میرے یار کے یار
مار حطی سے گدج لکھتا ہے ہوتے سے ہمار

تعدد ازدواج کے متعلق ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جیب ہم ان ویدک کے دھرم کے شہیدائیوں سے مخالفت سنتے ہیں۔ حالانکہ ان کی مسلک کتب دھرم شاستریں تعدد ازدواج کی اجازت ملتی ہے جس کے ثبوت میں ہم کئی ایک جوابجات اور لکھیے چکے ہیں۔

آہ! کیسا گل جگ ہے کہ ہندو رکشک کہلا کر دھرم شاستر کی ایسی ہتک کرتے ہیں کہ گتو بھکشک بھی نہ کرے۔ منوجی ممالراج تو چار پانچ عورتوں کا ذکر بھی بطور مثال بتاتے ہیں۔ در زمان کے ہاں تو کوئی تعدد مخصوص نہیں۔ مگر آریہ ماشہ ہیں کہ تعدد ازدواج سے ڈراتے ہیں۔ آہ! ان حمایتیوں کی حمایت سے ہندو دھرم ایسا دکھیا ہو رہا ہے کہ اس کی زبان حال سے یہ شعر نکل رہا ہے۔

دوست ہی دشمن جان ہو گیا اپنا محافظ

نوشدارو نے کیا اثر سم پیدا

ہماری دریادولی ہمارے سجنو ہماری دریادولی دیکھو کہ ہم تمہارے اصل دعوے کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہمارے حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے مرد تھے۔ مردانگی کے کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ کا مرد تھے اس لیے واقعی بیویوں والے تھے۔ خود قرآن مجید نہ صرف حضور کو بیویوں والا بلکہ کل انبیاء کو بیویوں والا کہتا ہے۔ عجز سے سنو!

وَلَقَدْ آرَسْنَا رُسُلًا مِن قَبْلِكَ
جَعَلْنَا لَعْنًا وَأَجَابَ ذُرِّيَّتَهُ أَن ذَا
ہم (خدا) نے (میں نے) تم سے پہلے ہی رسول بھیجے اور ان کو بیویاں اور اولادیں دیں

ہے، وہ کون ہے، دانا سمجھ لیوں۔

(۲) صفحہ ۲۹۵ سطر ۲۰۔

سوال: انسانوں کی پیدائش کس مقام پر ہوتی؟

جواب: تری و منب میں، جس کو بتت کہتے ہیں۔

سوامی صاحب کا یہ لکھنا کہ انسان زرشٹ یعنی بتت میں پیدا ہونے غلط ہے۔ آریہ سماجیوں کا یہ خیال ہے کہ جومات دید میں لکھی گئی ہوگی وہ مانہ یوگیہ (قابل قبول) ہے پس ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سرشٹی کا بتت میں پیدا ہونا وید تو درکنار کسی ہماری رشی نے بھی نہیں لکھا، رشی تو درکنار بلکہ اس کے متعلق کوئی پرانا اتہاس یا ثبوت جو آپت پرشوں نے کہا ہو۔ سماجیوں کے پاس نہیں ہے۔ دوسری بات جو سوامی صاحب نے لکھی ہے۔ وہ اور بھی ذرا سوچنے کے لائق ہے۔ اس سے علاوہ درنخ بیانی کی پنڈت دیانندی کی کوشش کے متعلق بھی ناواقفیت معلوم ہوتی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کلی سنکرت کی کوشوں کو پڑتال کر لو تو زرشٹ کے معنی بتت کوش سے نہ نکلیں گے۔

(۳) پر بلا دی کتھا جگوت سے لکھتے ہوئے صفحہ ۲۳۷ سطر ۸ میں سوامی صاحب لیں لکھتے ہیں۔

”تب اس نے ایک لوبہ کا ستون اگ میں گرم کر کے اس سے کہا کہ اگر تیرا مبود سپاہے تو اس کے چرٹنے سے نہ چلے گا۔ پر بلا دی چرٹنے کا دل میں شک ہوا کہ چلنے سے بچوں گا یا نہیں؟“

نالائجن نے اس ستون پر چھوٹی چھوٹی چیزوں کی قطار چلا دی۔“

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ شرمید جگوت میں یہ ہرگز نہیں کہ پر بلا دی کو شک ہوا اور نالائجن نے چھوٹی چھوٹی چیزوں کی قطار چلا دی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانندن نے ہرگز شرمید جگوت کو نہیں پڑھا۔

(۴) صفحہ ۲۳۷ سطر ۲۶۔ پوتھا آرا اگر ورد کے بارہ میں دیکھو۔

والوں کی طرف سے نیابت کی ہے۔ اس لیے آپ کو دکھانا ہے کہ آپ کی یہ ذاتی رائے ہے۔ قومی اور ملی نہیں۔ ہندوں کی طرف سے جو دیانندی کے متعلق تحریرات نکلتی رہی ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ سوامی دیانندی ویدوں بلکہ ویدوں کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں کے حوالجات بھی غلط دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سنان دھرم پر چارک اسرتر کی طرف سے ٹریکٹوں کے سلسلہ میں ٹریکٹ نمبر ۲۲ سے ہم دس شہادتیں نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہو سکے گا کہ ریگھلے ماشہ کا دیا تندی کو ویدوں والا لکھنا اس مصرع کے مصداق ہے۔

پیراں نمی پرند سیریاں ہی پرانند

سماجی دوستو! سنان دھرمی پنڈتوں کا مضمون سنو اور غور سے پڑھو! صفحہ ۲۹۲ سطر ۱۵۔

سوال: آغاز دنیا میں ایک یا کئی انسان پیدا کیے تھے یا کیا؟

جواب: کئی، کیونکہ جن جہوں کے گرم ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونے کے تھے۔ ان کی پیدائش شروع دنیا میں پریشور نے کی۔

منشیارشی اسچریے تو منشا اجانمت:۔ یہ بچر وید میں لکھا ہے۔
استیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۲، یہ پرمان جس پر ہم نے کبیر کھینچ دی ہے۔ سوامی صاحب لکھتے ہیں کہ

یہ بچر وید میں لکھا ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ بچر وید تو کیا چاروں ویدوں میں نہیں پس یا تو سماجی یہ پرمان بچر وید میں دکھادیں ورنہ سوامی صاحب کو دردنگو ٹھہرا دیں۔ پس آریہ سماجیوں کو یہ پرمان یا شہادت بچر وید میں دکھانی ہوگی۔ ورنہ سوامی دیانندی کے لفظوں کو الٹ پلٹ کر ایک منتر مان لینا یہ کون شری پن ہے؟ ہر شری منوجی لکھتے ہیں کہ وید کی نند کرنے والا ناسک ہے لیکن جو وید کے ناس سے بناوٹی منتر بتانا

۱۵۔ یہ صفحات اردو ستیارتھ پرکاش طبع اڈل کے ہیں۔

(۱) رخصت یا یو بیگین (۲) جگام گو کلنگ پرتی۔

د ناگری بار دوم سوم) ستیا رتھ پرکاش میں یہ ایک شلوک ہے۔ اردو کی دوسری دفعہ میں حوالہ کوئی نہیں ہے، تیسری دفعہ اردو میں الگ الگ ٹیکڑا کر کے حوالہ دیا ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ناگری بار دوم سوم میں جو شلوک ہے بھاگوت کے نام سے درختیں یا یو بیگین جگام گو کلنگ پرتی پر لکھا ہے۔ یہ شلوک بھاگوت میں نہیں ہے۔

(۵) صفحہ ۴۰۴ سطر ۲۔ دید پوہت بر بہام سے چاروں دید کہانی مننت کی مساوید نہجانے بر ہم گیانی آپ پر میثور۔

گردنا تک جی گو دیوں کا دشمن قرار دیتے ہوئے مندرجہ "تک" ان کی طرف سے لکھی ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ گردنا تک جی نے یہ ہرگز نہیں کہا اور نہ گردگرنتھ صاحب یا کسی معتبر گرتھ میں یہ تک ہے۔

(۶) صفحہ ۱۰۴ سطر ۱۷۔ "دوٹھانی چہرتانی دوکتے سو پاوت" طرح طح کے جواہرات سونا وغیرہ دولت دوکت یعنی سنیا سیوں کو دیوں۔

منوادھیانے ۱۱۔ یہ ٹیکڑا جو منوجی کے نام سے لکھا ہے، ہرگز منوجی میں نہیں ہے چونکہ سوامی صاحب سنیا سی تھے اور دیک دھم کے انسا سنیا سی کو دولت وغیرہ رتن رکھنا منع ہے اس لیے سوامی جی نے اپنا مطلب پیدا کرنے کے لیے مہرشی منوجی کے نام سے یہ شلوک لکھا۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اس طرح یہ شلوک منوجی میں ہرگز نہیں ہے۔

(۷) بیخ مہایگ برہمی میں سوامی صاحب کا تیری منتر کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ منتر اسی پر کارپار وید میں ہے۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ منتر اس پر کار پتھر وید میں نہیں ہے۔

(۸) صفحہ ۲۵۴ سطر ۲۳۔

سوال :- آریہ دت کی حد کہاں تک ہے؟

جواب۔ منوجی کے دو شلوک دیئے ہیں۔ جس سے آریہ دت کا اردو اربعہ بتلایا گیا ہے۔ اسوس اس کے دوسرے شلوک میں سوامی جی نے غلط تھوڑے سے کام لیا ہے۔ ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں منوجی سمرتی نکالیے اور سوامی جی کی پینک بھی نکالیے۔

پہلا شلوک (۲۲) جو آریہ دت کی وسعت دکھلانے والا ہے، وہ حرف بحرف صحیح اور جیوں کا یہ توں درست ہے۔ لیکن اگلا شلوک جو لکھا ہے اس میں آخری جھٹہ شلوک کا فرضی بنا دیا ہے منوجی میں لفظ برہما دت تھا۔ جس کی جگہ سوامی دیا تندنے آریہ دت تم بنا کر اس شلوک کو یہ آریہ دت کی وسعت دکھلانے والا بنا دیا ہے۔ جس سے سوامی جی کی جھٹہ سچائی اور ایمان داری کا پورا ثبوت ہے۔

(۹) صفحہ ۵۵ سطر ۸۔ "پنج دلتے تمور شے پومان ناری تو شوڑتے"۔ یہ ششرت کے شریر استھان کا لکھا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ شلوک ششرت استھان میں نہیں ہے۔

(۱۰) صفحہ ۲۲۷ سطر ۱۵۔ "جب دیدت کو تا کم کر چکے اور علم پیلانے کا اپنا کرتے ہی تھے کہ اتنے میں درانہی باہر سے برائے نام دیدت کے حامی اور اندر سے پکے جینی یعنی کپٹ منی تھے۔ شنگلا چاریہ ان پر نہایت خوش تھے۔ ان دونوں نے موقع پا کر شنگلا چاریہ کو ایسی زہریلی چیز کھلا دی کہ ان کی بھوک کم ہو گئی۔ بعد ازاں ہم میں چھوڑے ہو کر چھ ماہ کے اندر مر گئے۔"

یہ بات کسی معتبر تاریخ میں نہیں ہے۔ کسی شکر دیکھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو جینیوں نے سوامی شنگلا چاریہ کو زہریلی چیز کھلا دی۔ آریہ سماج کو چاہئے کہ ایسی شکر دیکھنے کا پتہ لگادیں، ورنہ سوامی دیا تندی کو دردغ کو جان کر اس سے کنارہ کریں۔

دستان و دھرمی ٹریکٹ نمبر ۱۲، موسومہ، سوامی دیانند جی کی دس
فائش غلطیاں، مصنفہ منت گوگل داس میجر سنان دھرم پریچک
منڈل امرتسر۔ (مطبوعہ سنان دھرم پریس امرتسر)
یہ تو ہندوؤں کی رائے ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ اب ہم دیدول کے
مستحق سوامی دیانند کا برتاؤ اپنی ذمہ داری پر سناتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ
مماشکی رائے کہاں تک صحیح ہے۔

ہندوؤں کا قدیم الایام سے یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ دیدول کے دو حصے ہیں
(۱) سنگٹا (۲) برہمن۔ مگر سوامی دیانند نے برہمن حصے کو دیدول سے الگ کر کے
غیر الہامی قرار دیا۔ دیکھو کہ جدید ہجو کا مصنفہ دیانند جی، بحث "اصطلاح دیدول"
تو کیا ہندوؤں کے عقیدے کے موافق دیدول کو نصف کرنے والا بھی دیکھو والا کہا
سکتا ہے؟ ہاں "دیدول والا" لفظ سے اگر یہ مراد ہو کہ دیدول کو خراب کرینا والا
تو ہندوؤں کو بھی غالباً اس لقب پر اعتراض نہ ہوگا۔

سوامی دیانند مجروح واقع نسل اور خوب الغضب تھے یہ تو ہندوؤں اور
آریوں کی اندرونی
کیفیت ہے۔ اب ہم اپنی تحقیق سے ایک نمونہ سوامی دیانند جی کے متعلق بتاتے
ہیں۔ سوامی جی کی زندگی کا امتیازی طرہ یہ ہے کہ آپ ساری عمر مجرد رہے مذہبی
رہنما اپنے اتباع کے لیے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر سارے آریہ ان کی طرح مجرد رہیں تو
ان کی نسل کا خاتمہ معلوم ہے۔ اس لیے ہمارے عنوان کا ایک جزو بالاتفاق ثابت
ہے کہ سوامی دیانند قاطع نسل تھے۔ کون نہیں جانتا کہ مذہبی پیشوا وہی ہو سکتا
ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔ خاص مذہبی اور اخلاقی امور میں اس وقت اس کی
رائے دنگ لگائے نہیں۔ یہی وقت اس کے امتحان کا ہے۔ انہی معنی میں کسی اہل دل
نے خوب کہا ہے۔

دریائے فزوال نشود تیرہ بسنگ عارف کہ بر سجد تک آب ست ہنوز

یعنی جس طرح جوش مارنے والا دریا معمولی لنگریاں مارنے سے میلانیں ہوتا
اسی طرح عارف خدا غیظ و غضب میں آلودہ نہیں ہوتا۔ اگر ہوتو سمجھو کہ چھوٹے
پانی میں ہے۔

مہاشے سجنو! آؤ اس پاک اصول کے ماتحت ہم سوامی دیانند کی زندگی کا
جائزہ لیں۔ سوامی جی کی سوانح عمری کلاں ٹری سوجی سچا کر لکھی گئی ہے تاہم اس
میں سوامی جی کی زندگی کے دو حصے ہم کو نظر آتے ہیں۔ پہلا حصہ قبل تعلیم جوانی کا ہے
اس کی بابت تو کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ کہ نسلی اخلاقی غلطی سے جو اس عمر میں
سوامی جی سے سرزد نہیں ہوئی۔ غلط بیانی، بد صحبتی، یہاں تک کہ منشیات چنگ
وغیرہ کا بجز استعمال، چنانچہ وہ آپ کہتے ہیں کہ۔

"اس جگہ مجھے بڑا عیب لگ گیا، یعنی مجھ میں چنگ کے استعمال
کی عادت ہو گئی۔" (سوانح کلاں ص ۱۰)

ریچکے ماشہ نے ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبل از نبوت سچیں
سالہ زندگی پر بھی اعتراض کیے ہیں۔ جن کی بنا خود اس کے دل و دماغ کا اختراع ہے
ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸-۳۹ کتاب ہذا مگر ہم اس کے گرد کی پہلی زندگی کی تنقید نہیں
کرتے۔ کیونکہ وہ تو قبول خود سوامی اور آریہ اس قابل نہیں کہ عقیدہ ہو بلکہ اس مصروف
کی مصداق ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شدہ پنیہ گوجا کجا ہم

اس لیے ہم اس موضوع کے نیچے ان کی زندگی کا وہ حصہ لیتے ہیں جو ان
کی ریفارمری اور شاعت دھرم کا زمانہ ہے۔

ہمارا عنوان بیان ہے کہ سوامی جی مخلوب الغضب یعنی غصہ والے تھے
اس دعویٰ کا ثبوت نیچے، سوامی جی کی سوانح عمری کلاں میں لکھا ہے۔

"دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لکچر دیا۔ اسی میں محمود
غزوی کا آنا اور اس کے حملوں سے دلش کے دمن کی ہانی کا مفصل برن

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات

اے عفوورزیم خدا! تو جانتا ہے کہ میرا ایمان ہے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات سب تیرے نزدیک صادق بندے ہیں اس لیے میں نے تیرے حکم۔

كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

کے ماتحت تیری ہی مدد سے ان کی طرف سے ملاقات کی ہے پس تو اے میرے دل کے حال کو جاننے والے خلا اس خدمت کے بدلے میں مجھے اور جن لوگوں نے اس میں میری کئی قسم کی مدد کی ہے ہم سب کو ان صادقوں کے ساتھ ملا دے۔

تَوْفِئْنَا مَسْلِينَ وَالْحَقَّ بِالصَّالِحِينَ

من نگویم کہ طاعتیہ بیڈر
قلم عفو بر گناہم کش

امیدوار حضرت خادمین اللہ

الوالوفاشا اللہ، کفاه اللہ، امرتسری



کیا اور مندرجہ میں عورتوں کے جانے اور وہاں کی دردشا کا بیان فرمایا جس میں کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ استری کو اچت ہے کہ ایک ہی بار اپنے پی کے پاس جائے یعنی وہ بچا رہ کرے مگر جس کا پی طوائف رکنجری کے پاس جائے اس کی عورت کیا کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔ (ص ۲۵۵)

اگر یہ جنوں! سو امی جی کا دین (قول) مذہبی حکم ہے؛ یا غصہ کا اظہار کیا کوئی مذہبی پیشوا، سچا ریفارمر، ہادوئی قوم، برگزیدہ خدا، غصے میں دھرم کے خلاف ایسا اخلاق سوز حکم دے سکتا ہے۔ علاوہ اس کے ہم نہیں جان سکتے کہ سو امی جی کو غصہ کس بات کا آیا۔ سوال بالکل معمولی ہے اس سے سخت ترین اور پیچیدہ سوال ہم واعظوں اور مولویوں پر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سو امی جی کے غضب ناک مزاج کی ایک مثال ہم پہلے کتاب ہذا کے صفحہ ۲۹ پر بتا آئے ہیں۔ دوسری یہ ہے۔ تعجب ہے سو امی جی کس قدر غضب کے پرکاشے ہیں۔

سجدا ہم حیران ہیں کہ ایک پاکدامن عورت کو محض اس کے خاندان کی بیوقوفی سے دنیا کی ریفارم تاریخ میں ہمیں اس کی مثال نہیں ملتی کیا سچ ہے۔

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا
پس ان خواہجہات کی بنا پر اگر سو امی دنیا ندرجی کو قاطع نسل اور غصہ والا کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ غصہ والا کہا اور سو امی جی کو پایا ہے
اس نازنین کو رکھنا جو دوست نہ چھوڑنا
گر درٹھ بھی گیا تو منیا نہ جائے گا



نظم متعلقہ شجرہ طیبہ

وہ اسلامی شجر جس کو پھیرنے لگایا تھا وہ اسلامی شجر جس کو صحابہ نے بڑھایا تھا
 وہ اسلامی شجر سارے جہاں پر کھاسایا تھا رہا باقی نہ جس کے فیض سے اپنا پلایا تھا
 اب اس کی ڈالیوں میں ایک بھی باقی نہیں بچتا
 کر و بہت نہ سوکھے یہ جو سوکھا غضب ہوگا

ہے اس کی بیج مکتب میں میں شاخیں تالیاں چٹاں جزائر اور نہ زمین و جاوا اور ترکستان
 بنگلہ دیش و ایران و شام اور مصر و انگلستان بچا ہو کوئی ملک اس سے بنائے کوئی انسان
 وہی تو ہے یہ اک عالم نے جس سے فیض پایا تھا

قرب الکر ہے جس نے کہ مردوں کو جلا دیا تھا

ربے طائف میں حضرت تنک گئے چلے علی اہد میں دانت ٹوٹے اور وہیں نے ان تھا جاری
 کبھی نا تو میں پتھر پیٹ پر باندھے بنا جاری اگایا اس کو حضرت نے اٹھا کر سنیائیں ماری
 سکھائے دیتی ہے اب امت خیر الام دیکھو

اسی کے وارثوں سے اس پر یہ کیسا ستم دیکھو

نہیں یہ وہ شجر جس نے کہ پانی سے غذا پائی صحابہ نے پلایا خون اس نے پرورش پائی
 بنے مالی ائمہ اس لیے اس پر بیمار آئی ہوئے ہم با صاف ایسے کہ اس کی شکل جلائی

نزدہ زینت رہی اس کی نزدہ اس کا پلایا

ہماری غفلتوں نے اس کی بیٹی اس قدر گھوٹ گھوٹ

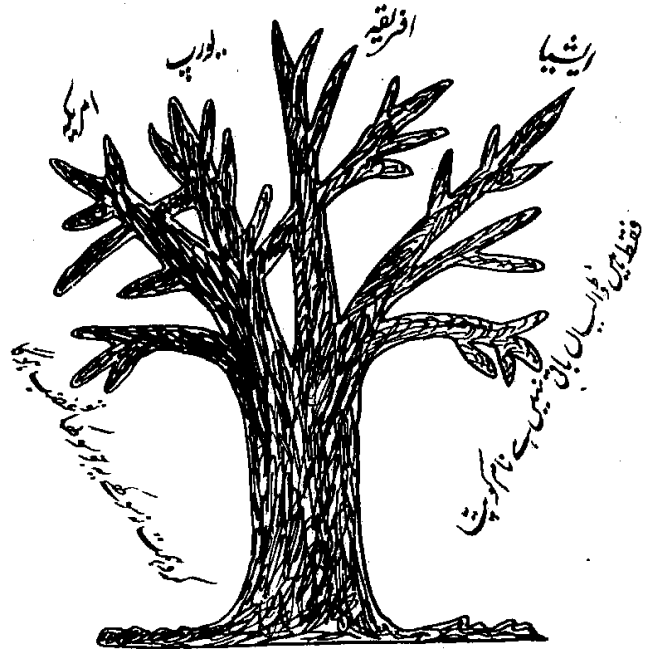
ہے اس نخل مقدس کو نکول سے پڑا پالا اور ان کی غفلتوں سے نخل ہاں کر ڈالا
 کر و بہت کہ ہو بزر پھر ہو پھول بیچل دالا جوڑو کی غفلتوں سے کھلے گا پھر گل لالا

نہ راز میں ایسی دنیا میں ہماری پھر کے آن ہیں

کھلی ہیں اور گل کر پھر گھٹائیں گھر کے آن ہیں

مسلمان بھائیوں سے روئے سخن

شجرہ اسلام



شجرہ طیبہ اصلها ثابت و فرعها فی السماء
 (شجرہ طیبہ ہذا کے متعلق آئینہ صفحہ پر نظم ملاحظہ ہو۔)

یہ دولت ہاتھ آجائے تو سب کچھ ہاتھ آجائے
 جسے تم کھو کے بیٹھے وہ سب کچھ ہاتھ آجائے
 یہ سب تمہی ہے اسے بزرگوں کا خادم
 کر دل کر تین ایسے کہ بخشش تو ہوں نام
 رہے تین ہی عزت اور عقبتی بھی ہے قائم
 کردہ کوششیں جن کے نتیجے یکم ہوں دائم
 شجر اسلام کا پھولے پھلے شاداب ہو جائے
 یہ سب ادبار قومی اک خیال و خواب ہو جائے



خادم اہل اللہ

ابوالوفائشا ر اللہ کفا اللہ ، امرت سر



لگائیں باغ باغیچے الم اس کا نہیں کچھ بھی
 ہوں لاکھ اسلام پر جسے الم اس کا نہیں کچھ بھی
 اڑائیں خوب گچھر سے الم اس کا نہیں کچھ بھی
 کہاں تک ریشتر غنم سے الم اس کا نہیں کچھ بھی
 نہ نہیں گے ہم خبر اس کی رہیں گے کب تلک خافل
 پشیمانی ہوا آخر میں چراکار سے کسند عاقل
 بتاؤ تو سہی لگند اس کا کون دالی ہے !
 تو جس طرف سے ہم نے اب بالکل اٹھائی
 ہمیں تو اب فقط باہم جدال و جنگ آتی ہے
 ہمارے نام سے مذہب کو عادتنگ آتی ہے

کیسے مان باری بھی کسی صورت سے چلتے ہیں
 جہلان کچھنوں سے کا اگ اچھے نکلتے ہیں !
 مذہب کے تم خوردے نہیں وہ بھی جھلکتے ہیں
 نہیں چھوٹا بڑا کنے میں اپنی راہ چلتے ہیں
 نہیں بے نیک دید پر کچھ نظر ہم کو گرفت ہے
 سمجھتے ہی نہیں سمجھانے سے کسی بری مت ہے

نہ اخلاق پیچیدہ ہم میں نہ شرم دجیسا باقی
 بتائیں کیا ہم میں کیا گیا اور کیا رہا باقی
 آداب شریعت ہے نہ زہد و انقار باقی
 چھنیں سب نعمتیں اک اک جھگڑا رہا باقی
 جدھر دیکھو عناد و نفیض کی تلوار چلتی ہے

ذرا سی بات پر دن بھر میں سو سو بار چلتی ہے
 ہے لڑنوں سے عدوت اور غیروں سے محبت ہے
 جو صدر غیر سے پہنچے نہیں اس کی شکایت ہے
 جو اپنا بات بھی کہہ دے قیامت پر قیامت ہے
 مجلاہ قوم کیا بیٹھلے کہ جسکی ایسی حالت ہے

ہم اپنی آروا اپنے ہی ہاتھوں کھوتے جاتے ہیں
 اسی باعث سے سب اپنے پرانے بھونے جاتے ہیں
 کیا محسوس کچھ تم نے بھی کیوں یہ اپنی حالت ہے
 خصوصاً سبھائی کو سبھائی سے اپنے کیوں عدالت ہے
 ہم اپنی آروا اپنے ہی ہاتھوں کھوتے جاتے ہیں
 یقین جانو مسلمانو! کہ ایمان برصغری دولت ہے

یا

www.google.com کے ذریعہ تلاش کر کے
'آریہ سماج' سے متعلق ان کتابوں کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کتابیں:

- ۱۔ حق پرکاش، بجاوب ستیا رتھ پرکاش (اردو، ہندی) ۱۹۰۰ء
- ۲۔ تحریک اسلام، بجاوب تحریک اسلام
- ۳۔ تیر اسلام، بجاوب نخل اسلام
- ۴۔ سوامی دیانند کا علم و عمل
- ۵۔ مباحثہ حیدرآباد دہلی

غازی محمود دھرم پال (بی۔ اے) کی کتابیں:

- ۱۔ ویڈیا اور سوامی دیانند (اردو، ہندی)
- ۲۔ کفر توڑ

دیگر:

- ۱۔ ا۔ ویڈیا کا بھید (آریہ سماج کی تعلیمات)
- ۲۔ 'ستیا رتھ پرکاش سمیکشا کی سمیکشا'۔۔۔ چھبیس پندرہ پینا (۲۰۱۱ء)
- ۳۔ 'دیانند جی نے کیا ہو جا کیا پایا' ڈاکٹر انور (۲۰۰۹ء)
- ۴۔ مناظرہ سوامی تپانند

نوٹ: آریہ سماج 'ستیا رتھ پرکاش' میں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ ۱۹۲۵ء میں 'مقدس رسول بجاوب رنگیلا رسول' میں مولانا ثناء اللہ نے ایسے راز فاش بھی کیے ہیں۔ اس لئے اردو میں ۱۸۹۹ء کا پہلا ایڈیشن اور ۱۹۰۸ء کا انگلش ایڈیشن www.archive.org پر دیکھ سکتے ہیں۔ اور دوسری جگہ بھی یہ کتابیں upload ہیں۔